عثمانی پریس بدایوں میں
طبع کرایا
یکم جنوری سنہ ۱۹۲۳ء
بار اول ۱۰۰۰ جلد ۱۳ جمادی الاولی سنہ ۱۳۴۲ھ

"فہرست مضامین خلافت نبویہ"

صفحہ	خلاصہ مضامین

ج

صفحہ	خلاصہ مضامین

ی

خلاصۂ مضامین	صفحہ
علیہ الرحمہ کا خلیفہ قادر باللہ عباسی کے دربار میں عرضداشت بھیجنا۔ اکثر بلاد پر نفاذِ حکومت کی اجازت چاہنا۔ سومنات کے سفر سے واپسی پر سلطان کے نام خلیفہ کا گرامی نامہ صادر ہونا جس میں سلطان کو کہف الدولۃ والاسلام اور ان کے اعزا کو دیگر خطابات عطا فرمانا۔ ساتھ ہی خراسان، نیمروز، خوارزم، اور ہندوستان کا جھنڈا روانہ کرنا	
سلطان محمد بن تغلق شاہ کا خلیفہ حاکم بامر اللہ ابو العباس سے غائبانہ بیعت پھر عرضہ بھیجنا۔ خلیفہ کے دربار سے منشور حکومت اور خلعت آنے پر سلطان کا جلوس کرنا۔	۹۲
سلطان فیروز شاہ کو خلیفہ حاکم بامر اللہ کی بارگاہ سے فرمان حکومت ملنا اور سلطان کی مسرت و اظہار شکر۔	۹۴
شاہان مغلیہ کا خلافت اسلامیہ کے اقتدار کو تسلیم کرنا۔	۹۵

خلاصہ مضامین	صفحہ
	139

اللہ اکبر

خلافت نبویہ

اوّل الخلفا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلعم کے بعد

صدّیق اکبر مہاجرین و انصار کے شوریٰ و اتفاق سے تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور تمام اصحاب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سلسلہ خلافت بدستور جاری ہے مگر اتنا فرق ہے کہ دورِ اوّل خلافت الٰہیہ کا تھا جو آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہو گیا۔ اب دورِ ثانی کی ابتدا ہوتی ہے جو خلافت نبویہ سے موسوم ہے۔ دورِ اول کے خلفاء عظام "خلیفۃ اللہ" کے لقب سے ملقّب ہوئے اور دورِ ثانی کے خلفاء کرام "خلیفۂ رسول اللہ" کے لقب سے۔

حضرت صدیق اکبر کو لوگوں نے خلیفۃ اللہ کہکر پکارا تو آپ نے فرمایا کہ میں "خلیفۂ رسول اللہ ہوں اور اسی سے خوش ہوں"

عمر شریف - ۶۳ سال کی ہوئی

مدّت خلافت - دو سال چند ماہ - ربیع الاوّل ۱۱ھ سے جمادی الآخرہ ۱۳ھ تک -

مشہور واقعات - صدیق اکبرؓ نے بیعت کے دوسرے ہی روز اُس لشکر کو روانہ کرنے کی تیاری کر دی جس کے لئے نبی کریم روحی لہ الفدا نے حکم فرمایا تھا اور حضور کی شدّتِ علالت و واقعۂ وفات کے باعث اُس کی تعمیل نہ ہو سکی تھی - آپ نے سات سو بہادر مرد اُن رومیوں کی گوشمالی کے لئے منتخب فرمائے تھے جنہوں نے بمقام موتہ ۸ھ میں جیش اسلام کو تباہ کر ڈالا تھا اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو اس جیش کا سالار مقرر کیا تھا - حضرت ابوبکرؓ نے فرمان نبوی کی تعمیل میں خلافت کے بعد فوراً حکم جاری کر دیا کہ اسامہ کے لشکر کی تیاری کر دینا چاہئے منتخب و نامزد لوگوں میں سے ایک شخص بھی مدینے میں نہ رہے بلکہ مقام جُرف پر (جو مدینہ کے قریب ایک میدان ہے) سب مجتمع ہو جائیں - اسی اثنا میں بعض عمائد و قبائلِ عرب کے مرتد ہونے اور یہود و نصاریٰ کے سرکشی کرنے کی خبریں مسلسل و پے در پے پہنچیں - یہ وقت اہلِ اسلام پر نہایت سخت تھا - سیدنا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اُس زمانے میں مسلمان بکریوں کے اُس گلّہ کی طرح تھے جو جاڑے کی سرد رات میں بحالت بارش بے گلّہ بان کے کسی میدان میں رہ جائے -

لشکر کی تیاری کی خبر پاکر اصحاب کرام نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے
عرض کیا کہ جو صحابہ جیش اُسامہ میں جارہے ہیں وہ منتخب اور چیدہ اشخاص
ہیں ایسی حالت میں جمعیت اسلام کو پراگندہ کردینا موزوں نہیں
معلوم ہوتا۔ آپ نے جواب دیا قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری
جان ہے اگر مجھے یہ گمان بھی ہوتا کہ درندے مجھکو اُٹھا لیجائیں گے تو بھی
میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل میں جیش اُسامہ ضرور
روانہ کرتا اور اگر آبادیوں میں میرے سوا کوئی باقی نہ رہتا جب بھی میں قطعاً
روانہ کرتا۔ پھر عام مجمع میں خطبہ دیکر تیاری کا حکم فرمایا۔ جب تمام جیش
بمقام جرف جمع ہوگیا تو امیر عسکر حضرت اُسامہ نے حضرت عمرؓ کی زبانی
کہلا بھیجا کہ مجھے اپنی روانگی کے بعد حرم نبوی، خلیفہ رسول اللہ اور بقیہ
مسلمانوں پر کفار کے حملہ کا خوف ہے اگر آپ اجازت دیں تو مدینہ
واپس آجاؤں۔ اِدھر انصار نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ کا مصمم قصد جیش
روانہ کرنے کا ہے تو حضرت اُسامہ کی جگہ کسی دوسرے معمر شخص کو
افسر بنا کر بھیجدیجئے۔ اس پیغام پر آپ بیتاب ہوکر کھڑے ہوگئے اور
فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اسامہ کو امیر عسکر مقرر کیا تم مجھے
ہدایت کرتے ہو کہ اُن کو معزول کردوں۔ پھر خود مقام جرف پر جاکر لشکر
کو کوچ کا حکم دیا۔ آپ پیادہ پا اور اُسامہ سوار تھے۔ اُنھوں نے کہا یا تو
آپ بھی سوار ہوجایئے یا مجھے پیادہ پا چلنے کی اجازت دیجئے۔ فرمایا

نہیں سوار ہوں گا نہ تم کو اُترنے کی اجازت دوں گا۔ میں ایک ساعت راہِ خدا میں قدم خاک آلود کروں گا تو میری کیا شان جاتی رہے گی۔ راہ خدا میں غازی کے ایک ایک قدم پر سات سو درجے بلند ہوتے ہیں۔ سات سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ازاں بعد لشکر کو حسب ذیل نصیحت فرمائی۔

"میں تم کو دس باتوں کا حکم دیتا ہوں اُن کو خوب یاد رکھنا۔ خیانت نہ کرنا دھوکہ نہ دینا۔ سردار کی نافرمانی نہ کرنا۔ کسی کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔ بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور یا کسی اور پھل دار درخت کو نہ کاٹنا نہ جلانا۔ بکری گائے اور اونٹ کو ضرورتِ طعام کے بغیر ذبح نہ کرنا۔ تمہارا گذر ایسے لوگوں پر ہوگا جو عبادت خانوں میں گوشہ نشین ہیں انہیں اُن کی حالت پر چھوڑ دینا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو تمہارے لئے انواع و اقسام کے کھانے برتنوں میں رکھکر لائیں گے جب تم اُن کو کھاؤ تو اللہ کا نام لیتے جانا۔ تم کو بعض ایسی قومیں ملیں گی جن کے سر کے درمیانی بال مُنڈے ہوں گے اور آس پاس چھوٹے ہوں گے اُن کو سزا دینا۔ خدا کا نام لیکر روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تم کو حربہ اور طاعون سے محفوظ رکھے"

غرّہ ربیع الآخر سنہ ۱۱ھ کو یہ جیش روانہ ہوکر منزل مقصود پر پہنچا اور چالیس یا کچھ زائد روز میں فرمانِ نبوی کی تعمیل کرکے واپس آگیا۔ اس سے تمام

قبائل میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

جمادی الاخرہ ۱۱ھ میں آپ نے حضرت خالد بن الولید کو ان لوگوں کے مقابلہ پر روانہ فرمایا جو زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تھے چنانچہ انھوں نے جا کر قبیلہ بنی اسد اور غطفان سے مقابلہ کیا بعض کو سزائیں دیں اور باقی نے اسلام کی طرف رجوع کیا۔

رمضان ۱۱ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہؓ چوبیس ۲۴ سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔

شوال ۱۱ھ میں حضرت صدیق اکبر کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ کی وفات ہوئی۔ اسی سال کے آخر میں حضرت خالدؓ مقام یمامہ کی جانب مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کو روانہ ہوئے مسیلمہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آخر عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ملک نجد کے مقام یمامہ میں سکونت پذیر تھا۔ صدیق اکبرؓ نے اس کے مقابلہ پر اس لشکر کو بھیجا جس میں انصار کے امیر ثابت بن قیسؓ اور مہاجرین کے سردار زید بن خطابؓ حضرت عمرؓ کے بھائی بھی شامل تھے۔ جب حضرت خالدؓ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ کذاب کے لشکر کی تعداد چالیس ۴۰ ہزار نفوس تک پہنچ چکی تھی۔ مسیلمہ آپ کی خبر سن کر مقام عقربا کی طرف بڑھ آیا اور وہیں صف آرائی ہو گئی۔ بڑی سخت زبردست جنگ

واقع ہوئی اور نہایت جان توڑ مقابلہ طرفین سے پیش آیا۔ مورخ طبری لکھتے ہیں کہ اس سے زیادہ سخت معرکہ کبھی مسلمانوں کو پیش نہیں آیا۔ بالآخر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا۔ وحشی قاتل امیر حمزہؓ نے حربہ پھینک کر مسیلمہ کے مارا جس سے وہ مر کر گر پڑا۔ اس سے اہل باطل بدحواس ہو کر بھاگنے لگے۔ مقام حدیقہ پر دس ہزار مرتد مارے گئے اسی لئے اس کا نام حدیقۃ الموت مشہور ہو گیا۔ بہت انصار و مہاجرین اس معرکہ میں شہید ہوئے۔

سنہ ۱۲ھ میں سیدنا ابوبکرؓ نے علاء بن الحضرمی کو بحرین کی جانب عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کی جانب، مہاجر بن ابی امیہ کو اہل بحیر کی طرف اور زیاد بن لبید انصاری کو ایک اور گروہ کی طرف بھیجا۔ یہ تمام گروہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان کو سزا دی گئی۔ اسی سنہ میں جب حضرت خالدؓ اہل ارتداد کے قتال سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کو ارض بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے شہر ابلہ پر جنگ کی اور اس کو فتح کر لیا۔ نیز مداین کسریٰ جو عراق میں ہے فتح کیا۔ اسی سال میں حضرت صدیقؓ نے حج ادا کیا۔

وہاں سے واپسی کے بعد سنہ ۱۳ھ میں حضرت عمرو بن العاصؓ حضرت ابوعبیدہؓ۔ حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ، اور حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کو چار افواج کا امیر بنا کر ملک شام کی طرف

بھیجا۔ رومیوں کا لشکر مقام "واقوصہ" پر اُترا جو دریائے "یرموک" کے کنارے پر آباد تھا۔ اُن کے سامنے دریائے یرموک تھا اور پشت پر ایک اونچا پہاڑ۔ اسی وجہ سے مسلمان حملہ سے مجبور تھے اور تین مہینے تک محاصرہ کیئے پڑے رہے۔ صفر کے مہینے میں یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت صدیقؓ نے خالد بن الولیدؓ کے نام فرمان جاری کیا کہ عراق سے شام کی تیاری کردو۔ وہ نہایت سرعت سے اواخر ربیع الآخر میں یرموک پہنچ گئے۔ ہرقل کی فوج دو لاکھ تھی اور مسلمانوں کی چھیالیس ہزار۔ اس کثرت پر بھی رومی ایک ماہ تک خندق میں چھپے رہے مذہبی پیشوا بہت اُبھارتے اور نصرانیت کی تباہی و بربادی کا ماتم کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا بالآخر پانچ ماہ کے محاصرہ کے بعد جنگ پر آمادہ ہوئے۔ اس معرکہ میں مسلمان عورتیں بھی شریک قتال و مصروفِ کار تھیں۔ اُن کے دستے جداگانہ تھے۔ جویریہ بنت ابوسفیان کا دستہ خصوصیت سے قابلِ تذکرہ ہے۔ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے مگر آخر کار حق کو غلبہ اور باطل کو شکست ہوئی۔ اس جنگ سے رومیوں کے دل پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا اور فتوحات کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ اس غزوہ کا ایک خاص واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ شروع میں اہلِ روم نے ایک عرب جاسوس مسلمانوں کی فوج میں بھیجا تھا وہ شب و روز حالات کی تفتیش کرتا رہا۔

واپس گیا تو اُس نے بیان کیا کہ "مسلمان رات میں درویش و عابد ہیں اور دن میں شہسوار۔ انصاف و حق پرستی اس درجہ ہے کہ اگر اُن کا شاہزادہ چوری کرے تو اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں اور زنا کرے تو سنگسار کردیں"

اسی سال میں مرج الصفر کا واقعہ پیش آیا اور مشرکوں کو ہزیمت نصیب ہوئی۔

جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے وفات پائی۔

اولیات وہ امور جو سب سے اول آپ سے شروع ہوئے یہ ہیں۔

(۱) جو الوں میں سب سے اول اسلام لائے (۲) قرآن شریف کو جمع کیا (۳) اُس کا نام مصحف رکھا (۴) بیت المال قائم کیا۔ (۵) آپ خلیفہ موسوم کیے گئے (۶) آپ کے لئے وظیفہ مقرر کیا گیا۔ (۷) آپ کو لقب دیا گیا یعنی "عتیق"

فضائل و اخلاق و عادات ایک روز رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام سے دریافت فرمایا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں نے۔ فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ کون گیا۔ جواب دیا میں۔ پوچھا محتاج کو کھانا کس نے کھلایا جواب دیا کہ میں نے۔ دریافت کیا بیمار کی عیادت کس نے کی عرض کیا میں نے۔ حضور نے ارشاد فرمایا یہ اوصاف

جس میں جمع ہوں گے وہ بہشتی ہے۔

قبولِ اسلام کے وقت آپ کا سرمایہ چالیس ہزار درہم تھا جس کو اسلام کی خدمت اور نبی کریم روحی لہ الفدا کی نصرت میں صرف کرتے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جس قدر فائدہ ابوبکرؓ کے مال نے ہم کو پہنچایا کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔
جب ہجرت کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے تو پانچ ہزار درہم باقی تھے جن سے خدمتِ اسلام کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد بھی یہ شغل قائم رکھا۔ روزانہ دوش مبارک پر چادریں رکھکر بازار سے جاتے اور خرید فروخت کرتے چھ ماہ تک یہی حالت رہی جب خلافت کے مشاغل و فرائض کی کثرت ہوگئی اور فرصت مفقود ہوئی تو اصحاب کرام کو جمع کر کے فرمایا اب خلافت کا شغل تجارت کی مہلت نہیں دیتا اور میں اہل و عیال کی کفالت نہیں کرسکتا۔ صحابہ نے بیت المال سے آپ کے مصارف معین کر دیئے۔

قبلِ خلافت محلہ کی لڑکیاں آپ کے پاس بکریاں لایا کرتیں جن کا دودھ آپ دوہ دیتے۔ جب خلیفہ ہو گئے تو لڑکیوں نے دیکھکر کہا اب یہ دودھ نہ دوہیں گے۔ فرمایا ضرور دوہوں گا مجھے اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ اس عہدہ سے میری کسی عادت میں

فرق نہ آئے گا۔ چنانچہ کبھی اُن کی بکریاں چرانے کو لے جاتے
اور کبھی دودھ دوہ دیتے۔ بعض اوقات اپنی بکریاں بھی چرانے
لے جایا کرتے۔ مدینے کے کنارے ایک نابینا ضعیفہ رہتی تھی جس کے
پاس حضرت عمرؓ برابر خدمت کرنے کے قصد سے جایا کرتے لیکن
جس وقت وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے پہلے
ہی خدمت کرکے چلا گیا۔ ایک دن دروازے میں پوشیدہ طور پہ
کھڑے ہو گئے۔ وقت معیّن پر ایک صاحب آئے تو دیکھا کہ حضرت
ابوبکرؓ ہیں۔ ایک روز آپ کی بیوی نے شیرینی کی فرمایش کی تو جواب
دیا کہ میرے پاس دام نہیں۔ کہا آپ کی اجازت ہو تو روزانہ خرچ
میں سے کچھ دام بچا کر جمع کرلوں۔ فرمایا اجازت ہے۔ چند روز کے
بعد کچھ پیسے اکٹھے ہو گئے تو آپ کو دئے اور کہا لو اب شیرینی لادو۔
آپ نے پیسے لے کر فرمایا معلوم ہوا کہ یہ ضروری مصارف سے زائد
ہیں لہذا بیت المال کا حق ہیں۔ اس کے بعد وہ پیسے بیت المال
میں بھیج دئے اور اپنا وظیفہ اسی قدر کم کردیا۔ ایک بار مجلس میں
تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا "السلام علیکم یا خلیفۃ
رسول اللہ" فرمایا تمام مجمع میں سے مجھے خصوصیت کے ساتھ کیوں
سلام کیا۔ کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو کہتے اے خدا تو میری حالت
کو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال تعریف کرنے والوں سے

زیادہ جانتا ہوں - میرے ساتھ جیسا ان کا گمان ہے اس سے مجھ کو بہتر بنا دے - میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں۔ اور جو کچھ یہ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے نہ کرنا - اپنا سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے دوسروں سے کوئی کام نہ لیتے - یہاں تک کہ اونٹ پر سوار ہوتے اور نکیل ہاتھ سے چھوٹ جاتی تو خود نیچے اُتر کر اُس کو زمین سے اُٹھاتے - ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہم سے کیوں نہیں ارشاد فرما دیتے - جواب دیا ان حبیبی صلے اللہ علیہ وسلم امرنی ان لا اسئل الناس شیئًا یعنی میرے محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھکو حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کوئی چیز نہ مانگوں تکبّر و تفاخر کے شائبہ سے بھی اجتناب فرماتے تھے - سریر خلافت پر جلوہ گر ہونے کے بعد جب پہلی مرتبہ عمرہ ادا کرنے کے لئے گئے تو لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے - فرمایا تم سب اپنی اپنی راہ چلو اور تمام لوگوں کو علیحدہ کر دیا -

ایک دن مدینہ شریف کے بازار میں تشریف لے گئے تو کمر سے معمولی چمڑے کی پیٹی بندھی تھی - ایک ہمراہی نے دیکھکر حضرت سے کہا کہ یہ کیا حالت ہے فرمایا اسلام کے اثر سے فضول اخراجات سے لطف ہو گیا -

خلافت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیّدنا ابوبکر نے آپ کی خلافت کے لئے وصیّت فرمائی اور آپ کو اپنا ولی عہد مقرر فرما دیا تھا چنانچہ ۲۲۔جمادی الآخرہ ۱۳ھ کو فاروق اعظم مسند خلافت پر جلوہ آرا ہوئے۔ آپ نے فرائض خلافت کو نہایت عمدہ طریقہ سے انجام دیا، بکثرت ممالک فتح کئے، اور بلاد اسلامیہ کا انتظام بہت خوش اسلوبی سے فرمایا۔ آپ کے عہد خلافت میں دمشق، حمص، بعلبک، بصرہ، ابلّہ، اردن، اہواز، مدائن، تکریت، بیت المقدس، قنّسرین، حلب، انطاکیہ، منبج، سروج، قرقیسیا، جندیساپور، حلوان، رہا، شمیساط، حرّان، نصیبین، موصل، قیساریہ، مصر، تستر، اسکندریہ، نہاوند، آذربائیجان، دینور، ماسبذان، ہمدان، طرابلس الغرب، رے، عسکر، قومس، کرمان، سجستان، مکران، اصبہان اور اُن کے اطراف پر اسلامی اقتدار قائم ہوا۔

عمر شریف	تریسٹھ ۶۳ سال کی ہوئی۔
مدّت خلافت	دس سال چند ماہ جمادی الآخرہ ۱۳ھ سے

ذی الحجہ ۲۳ھ تک۔

مشہور واقعات بہ تفصیل سال

۱۴ھ دمشق کچھ صلح اور کچھ غلبہ سے فتح ہوا۔ حمص و بعلبک صلح سے فتح ہوئے۔ بصرہ و ابلہ غلبہ سے فتح ہوئے۔ نماز تراویح کے لئے آپ نے لوگوں کو مجتمع کیا۔

۱۵ھ اُردن کا مقام طبریہ صلح سے اور باقی مقامات غلبہ سے فتح ہوئے۔ یرموک و قادسیہ کا واقعہ ہوا۔ حضرت سعدؓ نے کوفہ کو شہر بنایا۔ حضرت فاروقؓ نے دیوان (محکمے) قائم کئے اور عمال کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔

۱۶ھ اہواز و مدائن فتح ہوئے۔ سعدؓ نے ایوان کسرےٰ میں نماز جمعہ پڑھائی اور یہ عراق میں سب سے پہلا جمعہ تھا۔ جلولا کا واقعہ ہوا۔ یزدجرد بن کسریٰ ہزیمت کھا کر رے کی طرف بھاگا۔ تکریت فتح ہوا۔ سیدنا فاروق اعظم بنفس نفیس بیت المقدس تشریف لے گئے اور اُس کو بہ مصالحت فتح فرمایا۔ قنسرین و سروج غلبہ سے اور حلب، انطاکیہ، منبج، قرقیسیا صلح سے مفتوح ہوئے۔ ماہ ربیع الاول میں حضرت علیؓ کے مشورہ سے آپ نے تاریخ ہجری معین فرمائی۔

۱۷ھ مسجد نبوی کی توسیع فرمائی۔ حجاز میں قحط عظیم واقع ہوا جس کے سبب اس سال کا نام عام الرمادہ رکھا گیا۔ آپ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت عباسؓ کے توسّل سے

بارش کی دعا مانگی اور کثرت سے مینہ برسا۔

۱۸ھ جندیسابور صلح سے اور حلوان غلبہ سے مفتوح ہوئے
عمواس میں طاعون واقع ہوا۔ رُہا، شمشاط غلبہ سے اور حرّان،
نصیبین، موصل وغیرہ صلح سے فتح ہوئے۔

۱۹ھ قیساریہ غلبہ سے فتح ہوا۔

۲۰ھ مصر غلبہ سے فتح ہوا اور بعض کا قول ہے کہ مصر کا مقام
اسکندریہ صلح سے اور باقی مقامات غلبہ سے فتح ہوئے۔ تُستر مفتوح
ہوا قیصر روم ہلاک ہوگیا۔ فاروق اعظمؓ نے یہود کو خیبر و نجران سے
جلاوطن فرمایا اور خیبر و وادی القریٰ کو تقسیم کیا۔

۲۱ھ اسکندریہ، نہاوند، برقہ وغیرہ فتح کیے گئے۔

۲۲ھ آذربیجان، دینور، ماسبذان، ہمدان، طرابلس الغرب،
رے، عسکر، قومس مفتوح ہوئے۔

۲۳ھ کرمان، سیستان، مکران، اصبہان وغیرہ پر فتح حاصل
ہوئی اور حج سے واپسی کے بعد آپ کی شہادت ہوگئی۔

اولیات (۱) بیت المال قائم کیا (۲) عدالتیں بنائیں۔
(۳) آپ کو امیر المومنین کا لقب دیا گیا (۴) ممالک مفتوحہ کو صوبوں
پر تقسیم کیا (۵) پولیس جاری کی (۶) نہریں جاری کیں (۷)
قاضی معیّن فرمائے (۸) عشر از مال تجارت پر درآمد کا محصول وصول

مقرر کیا (۹) سنہ اور تاریخ ہجری کی تعیین فرمائی (۱۰) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک مسافر خانے اور کنویں بنوائے (۱۱) شہروں میں مہمان سرائیں بنوائیں (۱۲) مساجد میں وعظ و پند کا طریقہ مقرر کیا۔ (۱۳) نماز تراویح جماعت سے ادا کی (۱۴) نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اصحاب کا اجماع قائم کرا دیا (۱۵) رات میں گشت کرنے اور مخلوق کا حال دریافت کرنے کا طریقہ اختیار کیا (۱۶) ممالک غیر کے کفار اور اہل حرب سوداگروں کو بلاد اسلامیہ میں آکر تجارت کرنے کا اذن عطا فرمایا (۱۷) اماموں، موذنوں اور ملکی خدمت کرنے والے اشخاص کی تنخواہیں معین کیں (۱۸) شراب خواری کی حدیں ۸۰ درے معین کئے (۱۹) دیوان (رجسٹر) مرتب کر کے مجاہدین و غزاۃ وغیرہ کے اسماء درج فرمائے (۲۰) درّہ بنایا (۲۱) گھوڑوں کی زکوٰۃ لی (۲۲) ایک ایسا مکان بنایا جس میں آٹا، ستو، انگور، چھوارے وغیرہ جمع رہتے تھے جن سے ضرورت مند مسافروں کی اعانت کی جاتی تھی (۲۳) امہات ولد کی ممانعت فرمائی۔ (۲۴) ہجو لکھنے پر تعزیر مقرر کی۔

سیاست، ملکی انتظام اور عمال و حکام کا تقرر

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاست اور نظام مملکت کے ایسے زبردست

بہتر اور مفید اصول و قواعد و ضوابط مقرر فرمائے ہیں جو انتظام ملک کے
لیئے بے حد ضروری و کارآمد ہیں - آج صدیاں گذر گئی ہیں، عالم میں
سیکڑوں انقلاب ہو چکے ہیں، زمانہ بے شمار پلٹے لے چکا ہے،
لیکن مجبوراً وہی اصول اختیار کرنے پڑتے ہیں، انہیں طریقوں
پر کاربند ہونے کی ضرورت ہوتی ہے جو آپ سے تیرہ سو برس پہلے
سلطان عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک نائب نے مقرر کئے تھے -

آپ نے ممالک مفتوحہ و مقبوضہ کو صوبوں اور ضلعوں پر تقسیم
فرماکر کئی عہدہ دار مقرر فرما دیئے تھے جو انتظام و اہتمام ملک کے
ذمہ دار تھے - ہر صوبہ میں عموماً حسب ذیل عہدہ دار رہتے تھے -
والی[1] جو تمام صوبہ کا حاکم ہوتا تھا کاتب[2] حاکم صوبہ کا میر منشی کاتب[3] دیوان
فوجی دفتر کا میر منشی - صاحب[4] الخراج - صیغہ مال کا افسر - صاحب[5] الاحداث
پولیس افسر - صاحب[6] بیت المال - افسر خزانہ - قاضی[7] منصف یا صدر الصدور -
حسب ضرورت اضلاع میں بھی عامل، قاضی، افسر خزانہ ہوتے تھے
مگر یہ سب والی صوبہ کی نگرانی میں رہتے تھے - عرب میں دستور تھا کہ
ملکی خدمات پر معاوضہ لینا پسند نہیں کیا جاتا تھا لیکن آپ نے اس
رسم کو اصول سیاست کے مخالف سمجھکر توڑ دیا اور حکام و اہل فوج کی دیانت
و امانت قایم رہنے کے خیال سے بیش از بیش سالانہ وظائف مقرر
کر دیئے - اسلامی ممالک کو آپ نے آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا - مکہ معظمہ

مدینہ طیبہ - شام - جزیرہ - بصرہ - کوفہ - مصر - فلسطین ۔

فلسطین کو معاہدہ امن کے بعد ۲ حصوں پر منقسم کیا ایک کا صدر مقام ایلیا اور دوسرے کا رملہ معین فرمایا۔ مصر کے بھی ۲ حصے کر دیئے تھے ایک بالائی حصہ جو صعید سے موسوم ہے جس کے متعلق ۲۸ اضلاع تھے دوسرا النشیب کا حصہ جو پندرہ ضلعوں پر مشتمل تھا۔ ملک فارس وغیرہ کا انتظام آپ نے بدستور سابق جاری رکھا۔ فارس میں اصطخر - شیراز - نوبند جان - جور - گازرون - فسا - دارابجرد - اردشیر - سابور - اہواز - جندیسابور - سوس - نہر تیری - مناذر - تستر - رام ہرمز - خراسان میں نیشاپور - ہرات - مرو - مروروذ - فاریاب - طالقان - بلخ - بخارا - بادغیس - باورد - غرشتان - طوس - سرخس - جرجان - آذربائیجان میں طبرستان - رے - قزوین - ریجان - قم - اصفہان - ہمدان - نہاوند - دینور - حلوان - ماسبذان - مہرجان - شہرزور - صامغان وغیرہ اضلاع تھے - آپ کے عہد مبارک میں جو عمال و حکام ملک و حکومت کے نظام برقرار رکھنے کے لیئے معین تھے اُن کی ایک اجمالی فہرست درج ذیل ہے -

اسم و احوال عہدہ دار	نام عہدہ	نام صوبہ یا ضلع
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح - عشرہ مبشرہ میں سے ہیں	والی	شام
یزید بن ابو سفیان - بنوامیہ میں بہت لائق تھے -	”	”

اسم و احوال عہدہ دار	نام عہدہ	نام شہر یا ضلع
حضرت امیر معاویہؓ۔ سیاست میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔	والی	شام
حضرت عمرو بن العاصؓ۔ آپ نے ہی مصر کو فتح بھی کیا تھا۔	"	مصر
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔	"	کوفہ
عتبہ بن غزوانؓ۔ نامور صحابی اور بصرہ کے آباد کرنے والے۔	"	بصرہ
ابو موسیٰ اشعریؓ۔ جلیل القدر صحابی۔	"	"
نافع بن عبد الحارث۔	"	مکہ معظمہ
خالد بن العاص۔	"	"
عثمان بن العاص	"	طائف
یعلی بن امیہ	"	یمن
علاء بن الحضرمی	"	"
نعمان	صاحب الخراج	مدائن
حذیفہ بن الیمان	والی	"

اسم و احوال عہدہ دار	نام عہدہ	نام صوبہ یا ضلع
عیاض بن غنم ۔ فاتح جزیرہ	والی	جزیرہ
عمرو بن سعد	"	حمص
خالد بن حرث رضہ	صاحب بیت المال	اصفہان
سمرہ بن جندب رضہ	"	سوق الاہواز
نعمان بن عدی رضہ	"	میسان
علقمہ بن حکیم	والی	ایلیا
علقمہ بن مجزز	"	رملہ
قدامہ بن مظعون	صاحب الخراج و صاحب الاحداث	بحرین

تمام عمّال سے تقرّر کے وقت یہ عہد و پیمان لے لیا جاتا تھا کہ باریک کپڑے نہ پہننا ۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا ۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھانا ۔ دروازہ پر دربان نہ رکھنا ۔ اہلِ حاجت کے واسطے دروازہ کھلا رکھنا ۔

عمّال کو اُن کے فرائض سے آپ مطلع فرمادیا کرتے تھے ۔ ایک بار آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا الا و انی لم ابعثکم امراء ولا جبارین ولکن بعثتکم ائمۃ الھدی یھتدی بکم فادوا الی المسلمین حقوقھم ولا تضربوھم فتذلوھم ولا تحمدوھم فتفتنوھم ولا تغلقوا الابواب دونھم فیاکل قویھم ضعیفھم ولا تستاثروا علیھم فتظلموھم ۔

ترجمہ "خبردار میں نے تم کو امیر و سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ امام ہدایت بنا کر بھیجا ہے کہ لوگ تم سے ہدایت پائیں پس مسلمانوں کو اُن کے حقوق ادا کرو۔ اُن کو مار کر ذلیل نہ کرو۔ اُن کی تعریف کر کے فتنہ میں نہ ڈالو۔ اُن سے دروازے بند نہ کرو کہ اُن کے زبردست لوگ کمزور کو کھا لیں اور اپنے نفس کو اُن پر ترجیح دیکر ظلم نہ کرو"

عمّال کے حالات کی تحقیق و تفتیش بھی آپ بخوبی کیا کرتے تھے محمد بن مسلمہ کو اسی کام پر مامور فرمایا تھا۔ اور بذات خاص بھی اس کو انجام دیتے تھے۔

فضائل و اخلاق و عادات

غربا و مساکین، بیوگان و یتامیٰ اور اپنی رعیّت کی بہبودی و رفاہ عام ہر وقت آپ کا نصب العین رہتا تھا۔ ایک رات کو آپ عبد الرحمن بن عوف کے پاس تشریف لے گئے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے فراغت کے بعد تشریف لانے کی وجہ دریافت کی حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا مدینہ کے باہر ایک قافلہ آیا ہوا ہے چلو ہم تم اُس کی نگہبانی کریں ایسا نہ ہو کہ اطراف و جوانب سے چور کچھ چُرا لے جائیں۔ چنانچہ دونوں حضرات قافلہ کے قریب تشریف لے گئے اور رات بھر اُس کے گرد پہرہ دیتے رہے۔ آپ کے غلام اسلمؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت فاروقؓ شب کے وقت مدینہ سے حرہ کی جانب گشت کرنے نکلے۔ مقام صرار میں پہنچکر دیکھا آگ روشن ہے مجھ سے فرمایا آؤ اس طرف

چلیں۔ جب ہم قریب پہنچے تو دیکھا ایک عورت چولہے پر ہانڈی چڑھائے بیٹھی ہے اور اس کے قریب دو تین بچے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سلام کیا۔ عورت نے جواب دیا۔ آپ نے قریب جانے کی اجازت چاہی اُس نے اجازت دیدی تب آپ نے پاس تشریف لے جاکر حالت پوچھی۔ عورت نے کہا اندھیری رات ہے سردی بے حد پڑ رہی ہے اور یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے ان کی تسلی کے واسطے خالی ہانڈی چڑھادی ہے جب روتے روتے سو جائیں گے تو کچھ بندوبست کروں گی۔ آپ نے پوچھا کیا عمرؓ تمہاری خبرگیری نہیں کرتے جواب دیا وہ ہمارے والی تو ہو گئے ہیں مگر ہم سے غافل ہیں۔ یہ سُن کر اُٹھے اور مدینہ پہنچکر بیت المال میں سے کھجوریں، گوشت، آٹا اور گھی نکال کر اسلمؓ سے کہا میری پیٹھ پر رکھدو۔ انہوں نے کئی بار عرض کیا کہ میں پہنچادوں۔ فرمایا قیامت میں تم میرا بار نہ اُٹھا سکوگے۔ اور تمام چیزیں خود لاد کر عورت کے پاس لیجاکر رکھدیں۔ اُس نے کھانا تیار کرکے بچوں کو کھلایا۔ عورت نے کہا خدا تم کو جزائے خیر دے تم امیرالمومنین ہونے کے سزاوار ہو نہ کہ عمر۔ غربا و مساکین کے لئے بلا قید مذہب بیت المال سے روزینہ مقرر کر دیئے تھے۔ اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرادئے تھے۔ مدینہ منورہ میں جو لنگر خانہ تھا اُس کا اہتمام آپ بذات خاص فرماتے تھے۔ لاوارث بچوں کے لیئے یہ انتظام فرمادیا تھا کہ

جب کوئی یتیم ملجاتا تو اُس کو دودھ پلائی کے سپرد کر کے تمام مصارف خزانہ سے معین فرما دیتے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے فاروق اعظمؓ کے کرتہ میں چار پیوند لگے دیکھے اور تہ بند میں چمڑے کا پیوند تھا۔ آپ کے صاحبزادے اور صاحبزادی نے عرض کیا آپ عمدہ کھانا تناول فرمائیں تاکہ آپ قوی رہیں اور اجراء احکام بخوبی کر سکیں۔ جواب دیا میرے ۲ دو رفیق جو مجھ سے پہلے گزر چکے اُن کا طریقہ یہ نہ تھا اگر میں ایسا شیوہ اختیار کروں تو اُن سے نہ مل سکونگا۔ ایک مرتبہ کاندھے پر مشک اُٹھا کر رکھ لی۔ لوگ کہنے لگے یہ آپ کیا کر رہے ہیں فرمایا میرے نفس میں خود پسندی آگئی ہے اس لئے اس کو ذلیل و خوار کرتا ہوں۔ ارشاد کیا کرتے کہ جو آدمی مجھکو میرے عیوب سے مطلع کرے اُس سے میں نہایت مسرور ہوتا ہوں۔

احنف بن قیس سے روایت ہے کہ ایک بار ہم حضرت فاروقؓ کے دروازے بیٹھے تھے اسی اثنا میں ایک کنیز وہاں سے نکلی۔ بعض آدمی کہنے لگے یہ حضرت عمرؓ کی کنیز ہے۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا یہ کنیز عمرؓ کی نہیں ہے بیت المال کی ہے جو اللہ تعالےٰ کی ملک ہے اور میرے واسطے بیت المال میں سے فقط ۲ دو جوڑے موسم سرما و گرما کے لئے اور حج وعمرہ کا زادراہ اور اہل وعیال کا خرچ جائز ہے۔

خشیت الٰہی سے اس قدر تضرع وزاری کرتے کہ چہرہ انور پہ

کو سیاہ داغ پڑ گئے تھے اور آیات قرآن میں اس درجہ تدبّر فرماتے
کہ رو کر زمین پر گر جاتے۔ باوجود اس سادگی، تواضع، کسرِ نفس اور
شانِ فقر کے سیاست، انتظامِ خلافت، اور نظم و نسقِ ممالک
ایسے بے ریح و تلبیس، بہتر و اعلیٰ پیمانہ پر فرماتے تھے جس کا اجمالی نمونہ
ہم نے بیان کیا ہے۔ سلاطینِ عالم اور شاہانِ دہر پر آپ کا وہ سکّہ
بیٹھا تھا کہ نام سُن کر رعب سے تھرّا اٹھتے تھے حق یہ ہے کہ یہ اسی
امرِ حق کی ہیبت تھی۔

خلافت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
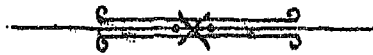
فاروق اعظم رضؓ کے دفن سے تین شب کے بعد آپ سے بیعت کی گئی۔ ان ایام میں لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے آکر مشورہ کرتے تھے اور حضرت عثمان رضؓ کے لیئے رائے دیتے تھے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے آپ سے بیعت کی تو کہا کہ ہم تم سے اللہ کے حکم، رسول اللہ کی سنت اور ان کے بعد والے دونوں خلفاء کے طریقے پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کی بیعت کے بعد باقی مہاجرین وانصار نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

عمر شریف | بیاسی ۸۲ سال پائی۔

مدت خلافت | چند روز کم بارہ برس۔ ذی الحجہ ۲۳ھ سے ذی الحجہ ۳۵ھ تک۔

مشہور واقعات | آپ کے عہد میں دو ۲ قسم کی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اول یہ کہ بعد شہادت فاروق اعظم رضؓ بعض بلاد وامصار میں بغاوت ظاہر ہوئی حضرت عثمان رضؓ نے اس فتنہ کو دبانے اور ان ممالک کو دوبارہ تصرف اسلام میں داخل کرنے کی سعی بلیغ فرمائی

مثلاً ہمدان میں بغاوت ہوئی اُس کو مغیرہ بن شعبہ رضؓ نے آپ کے حکم سے دوبارہ فتح کیا۔ دوسری یہ کہ آپ نے اُن ملکوں کو فتح فرمایا جو آپ سے قبل بلادِ اسلام میں شامل نہ تھے۔ مثلاً افریقہ وغیرہ۔ ہم بالترتیب ان غزوات و واقعات کو اجمالی طور پہ لکھے دیتے ہیں۔

سنہ ۲۳ھ رے دوبارہ فتح ہوا۔ نکسیر کا مرض عام طور پر پھیلا۔ روم کے بہت سے قلعے مفتوح ہوئے۔ حضرت ذی النورین رضؓ نے مغیرہ کو معزول کر کے سعد بن ابی وقاص رضؓ کو کوفہ کا والی بنایا۔

سنہ ۲۶ھ آپ نے مسجد حرام کو وسیع کیا اور سابور فتح ہوا۔

سنہ ۲۷ھ حضرت معاویہ رضؓ نے جزیرہ قبرص پر جنگ کے لئے دریا کا سفر کیا۔ اور وہاں کے لوگوں نے جزیہ پر مصالحت کر لی۔ ارجان و دار ابجرد فتح ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو مصر سے معزول کر کے عبداللہ بن سعد ابی سرح کو والی بنایا جنھوں نے افریقہ پر چڑھائی کر کے اُس کو فتح کیا۔ ہر آدمی کو ایک ہزار یا تین ہزار دینار غنیمت میں ملے۔ اسی سال میں اندلس فتح ہوا۔

سنہ ۲۹ھ اصطخر۔ فسا وغیرہ فتح کئے گئے۔ آپ نے مدینہ شریف کی مسجد کو وسیع کیا اور نقشی پتھر سے بنوایا۔ اس کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز رکھا گیا۔

سنہ ۳۰ھ جور، ارض خراسان کے بلادِ کثیرہ، نیشاپور، طوس،

سرخس، مرو، بیہق، فتح ہو گئے۔ اسی سنہ میں آپ نے قرآن کریم کو اس طریقہ پر جمع فرمایا کہ روایات کے اختلافات دور کر دیئے اور ایک قرأت پر تمام نسخوں کو جمع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حذیفہ بن الیمان نے فتح آرمینیا و آذربیجان سے واپس ہو کر بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں ایک عجیب حالت دیکھی کہ قرآن شریف کی قرأت میں ایک شہر والے دوسرے شہر کے لوگوں سے اختلاف رکھتے ہیں میرے نزدیک قرآن مجید ایک قرأت و صورت پر جمع کر دیا جائے صحابہ اور تابعین نے اس رائے کو پسند کیا اور حذیفہؓ نے حضرت عثمانؓ سے بھی یہ کیفیت عرض کی آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو سب نے اس سے اتفاق ظاہر کیا چنانچہ آپ نے ام المومنین حفصہؓ سے قرآن کریم کا وہ نسخہ منگایا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ اُن کے پاس سے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس اور اُن سے حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچا تھا۔

حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ سعید بن العاصیؓ اور عبدالرحمٰن بن الحرثؓ کو اس کی نقل پر مامور کر کے فرمایا اگر تم کو کسی لفظ میں اختلاف واقع ہو تو محاورہ قریش کے مطابق لکھنا اس واسطے کہ قرآن کریم انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ متعدد نسخے لکھے گئے اور امیر المومنین نے اُنہیں تمام بلاد و امصار اسلام میں روانہ فرما کر حکم جاری کر دیا کہ انہیں پر اعتماد کیا جائے۔

سنہ ۳۲ھ ترکوں نے بلنجر پر چڑھائی کی اور تیزی و سختی سے لڑائی

ہوئی۔ اسی سنہ کے آخر میں اطراف خراسان سے قارن بادشاہ
ترک نے چالیس ہزار فوج سے یورش کی عبداللہ بن حازم نے
چار ہزار فوج سے اُن کا مقابلہ کیا۔ اپنی فوج کو حکم دیا کہ نیزوں پر
کپڑے لپیٹ کر تیل سے تر کرکے روشن کرلیں اور چھ سو منتخب آدمیوں
کا مقدمۃ الجیش مرتب کرکے شب کے وقت حملہ کا حکم دیدیا ترکوں نے
چاروں طرف مشعلیں اور آگ روشن دیکھی تو حیران و پریشان ہوگئے
اور ہمت ٹوٹ گئی۔ ابن حازم نے چاروں طرف سے گھیر کر جنگ
شروع کردی قارن مقتول ہوا اور لشکر میدان سے بھاگ نکلا۔
ذی الحجہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضؓ کی شہادت ہوگئی۔

اولیات | (۱) آپ نے جاگیریں مقرر فرمائیں (۲) شہر پناہ بنوایا۔
(۳) مسجد کو خلوق (ایک مرکب خوشبو) سے بسایا (۴) جمعہ کی اذان
اوّل کا حکم دیا۔ آپ سے قبل فقط خطبہ کے وقت اذان دی جاتی
تھی (۵) سپاہی مقرر کئے (۶) لوگوں کو قرآن مجید کی ایک قرأت
پر متفق کردیا۔

فضائل واخلاق وعادات | آپ فطری طور پر ذمائم وقبائح سے
محترز تھے۔ قبل اسلام بھی آپ نے زمانۂ جاہلیت کا کوئی کام نہیں کیا
چنانچہ خود آپ سے روایت ہے۔ میں نے نہ جاہلیت میں زنا و سرقہ
کیا اور نہ اسلام میں۔ کتاب استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور

حضرت عثمانؓ نے عہد جاہلیت میں ہی شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ آپ فیاض و سیر چشم ایسے تھے کہ عام لوگ آپ کے جود و کرم، بذل و سخاوت سے مستفیض و متمتع ہوتے رہتے تھے۔ جیش العسرۃ میں جو حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخر غزوہ تھا حضرت عثمانؓ نے نہایت اولوالعزمی، سیر چشمی، اور دریا دلی سے کام لیا کہ تمام لشکر کے لئے سامان مہیا کر دیا۔ جس روز بلوائیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا خود آپ نے خطبہ میں بیان فرمایا کہ "رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص ان لوگوں یعنی جیش العسرۃ کا سامان مہیا کر دے گا وہ بخشا جائے گا۔ پس میں نے اُن کے لئے تمام سامان موجود کر دیا یہاں تک کہ ایک رسّی یا مہار کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔" اس واقعہ جیش العسرۃ کے بعد رسول امی فداہ ابی وامی نے دوبار ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمان نے جو کچھ کیا وہ سب معاف ہے۔

اہل بیت نبوت کو جب کبھی کوئی ضرورت پیش آتی اور آپ کو اس کی اطلاع ملتی تو حتی الامکان اُس کو رفع کرتے۔ ایک بار کسی روز تک اہل بیت کو کھانا میسّر نہ ہوا۔ حضرت عثمانؓ الغنی سے حاضر ہوئے اور حضرت ام المومنین عائشہؓ سے حضور نبی کریم کا حال دریافت کیا انھوں نے جواب دیا چار روز

سے آل محمد نے کچھ نہیں کھایا۔ آپ نے رو کر کہا لعنت ہے دنیا پر۔ پھر ام المومنین نے کہا آپ کو مناسب نہ تھا کہ ایسے حادثات کی خبر مجھکو نہ دیں۔ اس کے بعد کئی اونٹ بھر کر آٹا، گیہوں، کھجور اور ایک بکرا مع تین سو درہم کے لیجاکر پیش کیا اور پکا ہوا کھانا بھی حاضر کیا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہ حال معلوم ہوا تو فوراً مسجد میں تشریف لیجاکر ۳ بار فرمایا اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اُن سے راضی ہو۔

زمانۂ خلافت میں امیرالمومنین عثمان رضہ ہر سال حج کو تشریف لیجاتے اور مقام منیٰ میں اپنا خیمہ نصب کراتے۔ جب تک حجاج کو کھانا نہ کھلادیتے لوٹ کر خیمہ میں تشریف نہ لاتے۔ اور یہ مصارف خاص اپنے مال سے کیا کرتے تھے۔ بیت المال سے ان کو کچھ علاقہ نہ تھا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں قحط پڑا تو سوداگر حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور کہا ہم کو خبر ملی ہے کہ آپ کا ایک ہزار راحلہ گیہوں اور کھانا آرہا ہے وہ آپ ہمارے ہاتھ فروخت کردیں تاکہ فقراء مدینہ کی پریشانی رفع ہو آپ اُن کو اندر لے گئے جہاں ایک ہزار انبار جمع تھے۔ حضرت عثمان نے فرمایا تم ملک شام کی خرید پر مجھے کتنا نفع دوگے انھوں نے کہا دس کے بارہ۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ دو۔ انہوں نے کہا دس کے چودہ ۱۴ یہاں تک کہ دس کے پندرہ ۱۵ انہوں نے کہہ دیئے۔ آپ نے فرمایا ایک درہم پر

دس درہم نفع کے دو۔ پھر ارشاد کیا اے گروہ تجّار تم گواہ رہو کہ یہ نقد اہلِ مدینہ کے لئے صدقہ ہیں۔ وقتِ اسلام سے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے تھے اور کبھی اتفاق سے ایک جمعہ کو آزاد نہ کرتے تو دوسرے جمعہ کو اکٹھے دو غلام آزاد کر دیتے۔ تواضع اور مہماں نوازی اس درجہ تھی کہ با وجود ثروت و دولت خود شہد زیتون کے روغن یا سرکہ اور محض بھنے گوشت پر اکتفا کرتے مگر مہمانوں کو نفیس کھانا کھلاتے تھے۔ عہد خلافت میں اکثر دوپہر کو مسجد نبوی میں قیلولہ کیا کرتے جب اُٹھتے تو نشانے پر سنگریزوں کے اثر نمایاں ہوتے۔ ایک بار اپنے غلام سے فرمایا کہ میں نے ایک دن تیری گوشمالی کی تھی تو اُس کا قصاص لے لے۔ اس نے مطابقِ حکم آپ کے کان پکڑ لئے فرمایا زور سے پکڑ کیونکہ دنیا کا قصاص اچھا ہے آخرت کا قصاص اچھا نہیں۔
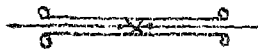
خلافت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

بعد شہادت حضرت عثمان ذی النورین۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور گروہ انصار و مہاجرین سیدنا علی بن ابی طالب رضی کے پاس بیعت کے لئے گئے انہوں نے فرمایا مجھے وزیر ہونا اس سے بہتر ہے کہ میں امیر ہوں تم جسے منتخب کرو گے میں بھی اس سے راضی ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہم آپ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجھتے اور نہ آپ کے سوا کسی کو منتخب کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت طلحہ حضرت زبیر اور دیگر اصحاب نے آپ سے بیعت کی۔ یہ بیعت ذی الحجہ ۳۵ھ میں سیدنا عثمان رضی کی شہادت کے دوسرے روز مدینہ میں ہوئی۔

عمر شریف | قریب ۶۳ سال کو پہنچی۔

مدت خلافت | تقریباً پانچ سال۔ ذی الحجہ ۳۵ھ سے رمضان المبارک ۴۰ھ تک۔

مشہور واقعات | جمادی الآخرہ ۳۶ھ واقعہ جمل ہوا۔ صفر ۳۷ھ جنگ صفین اور امیر المومنین علی رضی و حضرت معاویہ رضی میں صلح ہوئی۔

سنہ ۳۸ھ خوارج نے خروج کیا، مقام نہروان میں جنگ ہوئی اور امیر المومنین علیؓ نے ذوالثدیہ کو (جس کے خروج کی خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیدی تھی) قتل کیا۔

سنہ ۴۰ھ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ابن ملجم مرادی نے آپ کو شہید کیا۔ دار الامارۃ کوفہ میں دفن کئے گئے۔ ابوبکر بن عیاش بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ کی قبر نظر سے مخفی کر دی گئی تاکہ خوارج اس کے ساتھ بے ادبی نہ کریں۔

آپ کی شہادت کے وقت ممالک اسلامیہ کے عمال وحکام حسب ذیل تھے۔

والئ بصرہ	حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ
قاضی بصرہ	حضرت ابو الاسود دوئلی رضؓ
فارس	زیاد بن ہشیمہ رضؓ
یمن	عبید اللہ بن عباس رضؓ
مکہ وطائف	قثم بن عباس رضؓ
مدینہ منورہ	حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ یا سہل بن حنیف رضؓ

اولیات۔ (۱) لڑکوں میں سب سے اوّل اسلام لائے (۲) سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپ کے والد ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور والدہ

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں

فضائل و اخلاق و عادات

شب ہجرت میں نبی کریم علیہ السّلام کے بستر مبارک پر آپ ہی لیٹے تھے جب کہ حضور کے ساتھ کفار مکّہ نے گستاخی کا قصد کیا اور عیاذاً باللہ آپ کے قتل کی خفیہ سازش کی۔

خداوند عالم نے اپنے محبوب، مقدس، اور برگزیدہ رسول کو اس ارادہ کی اطلاع فرما دی۔ حضور نے خواب گاہ سے اُٹھکر مولا علی رض کو اپنی جگہ لٹا دیا اور آپ باہر تشریف لے آئے پھر مدینہ طیّبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ صبح کو مشرکین قتل کے ارادہ سے پہنچے تو حضور کے بستر پر حضرت علی رض کو پاکر نادم ہوئے۔ امیر المومنین علی رض غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں تاجدار عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ تبوک کے موقع پر آنحضرت نے آپ کو مدینہ شریف میں اپنا قائم مقام بناکر چھوڑ دیا تھا۔ اکثر غزوات میں عَلَم آپ کے ہاتھ میں رہا۔

علم ظاہر و باطن آپ کو رب تعالیٰ نے نہایت وسیع دیا تھا۔ ابن عباس رض فرماتے ہیں رسول اللہ کا علم اللہ تعالےٰ کے علم سے حاصل ہے علی رض کا علم رسول اللہ کے علم سے اور میرا علم علی رض کے علم سے۔ میرا اور اصحاب محمد کا علم علی رض کے علم سے وہی نسبت رکھتا ہے جو سات سمندر سے ایک قطرہ۔ آیات قرآنیہ کی تفسیر آپ سے بکثرت منقول ہے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو کہ وہ کس بارہ

ہیں، کس کے متعلق، اور کہاں نازل ہوئی۔ علم فرائض میں آپ بخوبی ماہر تھے۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کی جانب قاضی بناکر روانہ فرمایا تو آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھکر دعا کی اللھم اھد قلبہ وثبت لسانہ اے اللہ ان کے دل کو ہدایت دے اور زبان کو ثبات۔ اس دعاء نبوی کا یہ ظہور ہوا کہ کبھی کسی مقدمہ میں آپ کی رائے اور حکم خلاف صواب نہ ہوا۔ قضا و فیصلہ میں آپ ضرب المثل ہوگئے تھے۔ متورع و متقی، محتاط و پرہیزگار اس درجہ تھے کہ عالم طفولیت و زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی آپ شرک و بت پرستی کے قریب نہ گئے اور دس برس کی عمر میں شرف ایمان و اسلام سے مشرف ہوگئے۔

شجاعت و دلیری میں آپ مشہور عالم ہیں۔ غزوۂ خیبر میں آپنے ایسی بہادری اور جرارت دکھائی کہ تمام لوگ متحیر ہوگئے۔ آپ قلعۂ خیبر کی طرف علم لئے ہوئے نہایت تیزی سے بڑھتے چلے جاتے تھے لوگ کہتے تھے ٹھہرئے، آہستہ چلئے۔ جلدی نہ کیجئے مگر آپ بڑی دلاوری و استقلال پامردی و ثبات سے برابر عجلت کے ساتھ خاص قلعہ تک پہنچ گئے اور تنہا اُس کے نہایت مستحکم و مضبوط، بلند و عظیم الشان دروازہ کو اکھیڑ کر پھینکدیا۔ وہ اتنا بڑا اور بھاری دروازہ تھا کہ پھر اُس کو اٹھانے کے لئے ستر آدمیوں کی ضرورت پڑی۔

آپ کے نفس میں حق پسندی اس قدر تھی کہ آپ نے اپنے

گم شدہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھکر طلب کی اُس نے نہ دی اور قاضی شریح کے پاس مقدمہ لے گیا۔ قاضی نے آپ سے گواہ طلب کیے۔ حضرت قنبر و امام حسن پیش کیے گئے، انھوں نے کہا امیر المومنین۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت مقبول نہیں۔ اور یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب کہ مولا علی امیر المومنین و خلیفہ رسول اللہ ہو چکے تھے۔ شریح خود آپ ہی کی جانب سے عہدہ قضا پر مامور تھے۔

خلافت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ اُن خلفاء راشدین کے خاتم ہیں جن کے بارہ میں سرکار عالم روحی لہ الفداء نے تصریح فرمائی ہے۔ حضرت سفینہ رض سے مروی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا الخلافۃ ثلثون عاماً ثم یکون بعد ذلک الملک رواہ اصحاب السنن وصححہ ابن حبان وغیرہ۔ یعنی خلافت (راشدہ) تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد ملک ہو جائیگا۔ علماء فرماتے ہیں کہ تیس ۳۰ سال کی مدّت میں صرف خلفاء اربعہ اور امام حسن کا زمانہ خلافت گذرا آپ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔ اہل کوفہ نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ نے حضرت معاویہ رض سے صلح کر کے اُن کو خلافت تفویض کر دی۔ حضور نبی عربی فداہ امّی وابی نے پیشین گوئی فرمائی تھی یُصلح اللہ بہ بین فئتین من المسلمین۔ یعنی اللہ تعالیٰ امام حسن رض سے مسلمانوں کے دو ۲ فریقوں میں صلح کرا دے گا۔ اس واقعہ سے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معجزہ اخبار بغیب ظاہر ہوگیا۔ اور یہ مصالحت ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوئی۔ ناقص الایمان لوگ اس صلح کے سبب آپ سے ناخوش ہو کر کہنے لگے آپ نے مومنین کو ذلیل کیا۔ فرمایا میں نے مومنوں کو ذلیل

نہیں کیا بلکہ ملک کے لیئے کھانا قتل ناپسند کیا۔ پھر آپ کوفہ سے جلت
فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ ۴۹ھ میں زہر سے آپ کی
شہادت ہوگئی۔

عمر شریف | تقریباً چھیالیس ۴۶ سال کی ہوئی۔

مدت خلافت | چھ ۶ ماہ چند روز۔ رمضان ۴۰ھ سے ربیع الاول
۴۱ھ تک۔

فضائل واخلاق وعادات | نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو سب سے زیادہ محبوب تھے حضور سجدہ میں ہوتے اور وہ آکر دوش
مبارک پر بیٹھ جاتے تو حضور ان کو نہ اتارتے جب تک وہ خود
نہ اتر جاتے اور نہ سجدہ سے سر اٹھاتے۔ حضور رکوع میں ہوتے
تو ان کے لیئے قدم کشادہ فرما دیتے تاکہ دوسری جانب کو نکل جائیں۔
محبوب خدا روحی لہ الفدا امام حسنؓ کو بہت دوست رکھتے، پیار کرتے
اور فرماتے اللھم انی احبّہ فاحبّہ اے اللہ میں ان سے محبت
رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ روایت میں وارد ہے کہ
اہلبیت میں امام حسنؓ ہی رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور صورت میں ملتے جلتے تھے۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "حسن وحسین دنیا
میں میرے دو پھول ہیں" اور "یہ دونوں تمام جنتی جوانوں کے

سردار ہیں" امام حسن نہایت کریم وسخی اور حلیم وبردبار تھے۔ ایک ایک شخص کو لاکھ لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے۔ کبھی کسی کے حق میں سخت کلمہ نہیں فرمایا۔ پچیس مرتبہ پیادہ پا حج کے لئے تشریف لے گئے۔ کئی بار اپنا تمام مال ومتاع خدا کے نام پر لٹا دیا۔
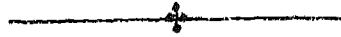
خلافت بنی امیہ

اموی خلافت کی ابتدا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے اور انتہا مروان الحمار پر۔ اگرچہ اس خلافت کی کل مدّت صرف نوّے سال ہے مگر اسی قلیل زمانہ میں حدود اسلامیہ کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ سندھ، کابل، ایران، ترکستان، عرب، شام، افریقہ، ایشیائے کوچک اور اسپین اس میں شامل تھا۔

خاص امیر معاویہ رض کا عہد خلافت نہایت شاندار اور کامیاب گذرا۔ آپ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں دمشق کے امیر تھے، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے عہد میں آپکو بدستور قائم رکھا۔ آخر میں آپ تمام ملک شام کے حاکم و والی ہو گئے اور اس طرح بیس سال تک امیر رہے۔ پھر جب حضرت امام حسن رض نے خلافت آپ کو تسلیم کر دی تو بیس سال تک خلیفہ رہے اور اس مدت میں کوئی مخالف اور نزاع کرنے والا پیدا نہیں ہوا۔

سنہ ۴۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور اسی سال مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

سنہ ۴۳ھ بلاد سجستان سے رخج، بلاد برقہ سے ودّان، اور بلاد سودان سے کوذائی کو فتح کیا۔

سنہ ۴۹ھ قیقان فتح ہوا۔

سنہ ۵۰ھ میں قوہستان فتح ہوا۔ امیر معاویہ رضؓ نے اہل شام کو یزید کی بیعت کے لئے بلایا اور اُس کو اپنا ولی عہد بنا دیا۔

سنہ ۵۱ھ امیر معاویہؓ نے حج ادا کیا۔

سنہ ۶۰ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔

امیر معاویہ صحابی بن صحابی ہیں۔ غزوۂ حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب حاضر ہوئے۔ حضور کے کاتب بھی رہے ہیں۔ آنحضرت نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا۔ اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب۔ خدایا معاویہؓ کو ہدایت کرنے اور ہدایت پانے والا بنا۔ اے اللہ معاویہ کو کتاب (قرآن کریم) اور حساب کا علم عطا فرما۔ اور اُن کو عذاب سے بچا۔ سیدنا عمر فاروق رضؓ ان کو دیکھکر فرماتے معاویہؓ عرب کا کسریٰ ہے۔ آپ بڑے حلیم الطبع اور متحمل مزاج تھے۔ ایک شخص نے کہا تم خود سیدھے ہو جاؤ ورنہ ہم تم کو سیدھا کر دیں گے آپ نے جواب دیا تم کس چیز سے مجھکو سیدھا کرو گے۔ کہا ہم لکڑی سے سیدھا کریں گے۔ فرمایا تو ہم ضرور سیدھے ہو جائیں گے۔

آپ ہوشیاری اور ہوشیاری میں ضرب المثل تھے۔

یزید بن معاویہ کے زمانہ میں ریحانہ رسول الثقلین سیدنا امام حسین

رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہائل، جانگداز، پُر درد، افسوسناک، اور فتنہ انگیز واقعہ ہوا جس کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دل بے چین و مضطرب ہو جاتا ہے۔ اور بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ حضرت امام رضؓ نے اپنے جدِ محترم صلے اللہ علیہ وسلم کے صبر و استقلال کا نمونہ دکھادیا اور اعلائے کلمۃ الحق میں شہید ہو کر حیات جاوید پائی۔ یزید اور اُس کے مددگاروں کو قیامت تک ذلت و رسوائی نصیب ہوئی آخرت میں جو کچھ مواخذہ ہوگا اُس سے قطع نظر کرتے ہوئے دنیا میں بھی ان ظالموں کو اپنے نار و اکردار، جبر و استبداد، جور و ستم کی پاداش اچھی طرح مل گئی واقعۂ شہادت کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد نہایت خواری کے ساتھ مقتول و ہلاک ہوئے۔ یزید کی بیعت اہل حلّ و عقد اور اصحاب صلاح نے فسخ کر دی اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اسی اثنا میں یزید ہلاک ہو گیا۔

اُس کے بعد معاویہ بن یزید نہایت صالح شخص ہوا محض لوگوں کے اصرار پر خلافت قبول کی پھر خلوت نشین ہو گیا۔ اُسی کی وفات سے ابوسفیان کی اولاد میں خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

معاویہ بن یزید کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت جو اس وقت تک صرف اہل مکہ ہی تک محدود تھی تمام حجاز، یمن،

مصر، عراق، شام، دمشق وغیرہ میں مسلّم ہوگئی اور چاروں طرف سے لوگ ان کی بیعت کو حاضر ہوئے۔ حتیٰ کہ مروان بھی بیعت کے لئے جانا چاہتا تھا مگر بنو امیّہ اُس کو مانع آئے اور بعد کو اُس نے مصر وشام پر تغلب کر لیا۔ چونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر پہلے سے خلیفہ تسلیم کر لیئے گئے تھے اس لیئے گو بعض لوگوں نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی مگر حقیقتہً وہ باغی تھا۔ یہ مسئلہ بھی مسلّمہ ہے کہ ایک وقت میں دو امام یا خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ اسی وجہ سے ہم خلفاء بنو امیّہ میں مروان کا شمار نہ کریں گے اگرچہ بعض معاصرین نے عدم تامّل سے اُس کو سلسلہ خلافت میں ذکر کر دیا ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید علاّمہ جلال الدین سیوطی کی تحریر سے بھی ہوتی ہے کہ موصوف نے مروان کو اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں بزمرۂ خلفاء درج نہیں فرمایا۔ عبد الملک بن مروان بھی اس وقت سے خلیفہ مانا گیا ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر شہادت پا گئے۔

اس موقع پر یہ بھی ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ سیدنا ابن زبیر اسدی ہیں اموی نہیں اس لیئے اگرچہ آپ خلفاء اسلام میں تو یقیناً داخل ہیں لیکن خلفاء بنو امیّہ میں محسوب نہیں۔

اس خاندان میں عبد الملک، ولید، سلیمان، اور ہشام نہایت ذی اقتدار و با عظمت خلیفہ گذرے ہیں صرف ولید کی فتوحات پر

نظر ڈالی جائے تو فتوحات خلافت عباسیہ اپنی پانسو سال کے عرصہ میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز تو خاندان اموی میں اپنی شان میں فرد و یکتا گذرے ہیں۔ عدل و انصاف میں فاروق اعظم کے قدم بقدم اور فی الواقع عمر ثانی تھے۔ آپ ورع، تقویٰ، صلاح، خشیت باری، عدل، انصاف، پرہیزگاری میں معروف ہیں۔ کپڑے میلے کچیلے پیوند لگے پہنا کرتے، تمام شب سجدہ میں پڑے رہتے۔ ایک دن مکان میں نماز پڑھ رہے تھے روتے روتے تمام داڑھی تر ہو گئی تھی۔ بیوی صاحبہ نے پوچھا آپ کس لئے رو رہے تھے جواب دیا میں مخلوق خدا کا سلطان بنایا گیا ہوں ممکن ہے احکم الحاکمین بروز قیامت اُن کے حقوق کے متعلق سوال فرمائے اور میرے پاس کوئی جواب نہ ہو۔ تنفیذ احکام میں اس قدر احتیاط فرماتے کہ مجرم کو سزا دینے میں تین روز تک متواتر تدبر اور غور و خوض فرمایا کرتے۔ اس خیال سے کہ کہیں حالت غضب میں فیصلہ نافذ ہو گیا ہو۔

ہشام بن عبد الملک کے زمانہ تک دولت بنی امیہ کا جاہ و جلال دبدبہ و اقتدار اچھی طرح باقی رہا اور اس کے بعد تنزل و انحطاط شروع ہو گیا۔ سادات و علویین و آل ہاشم کی جانب سے خلافت کی سرگرم مساعی جو پہلے ہی سے جاری تھیں مگر ان زبردست خلفاء

بنی امیّہ کے اثر اور زور سلطنت سے بخوبی کامیاب نہ ہونے پاتی تھیں اب نہایت سرعت سے اطراف عالم میں پھیلنے لگیں۔ بالآخر عباسیوں کے ہاتھ سے حکومت امویّہ کی بنا منہدم ہو کر رہی اور ۱۳۲ھ میں مروان الحمار بن محمد۔ سفّاح کے عہد میں قتل ہوا۔ اس کے بعد عباسیوں نے قتل عام شروع کر دیا اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر بنی امیّہ کے بچّہ بچّہ کو مار ڈالا۔ اسی کشت و خون کے زمانے میں خاندان اموی کا ایک شخص عبدالرحمٰن کسی تدبیر سے بچ کر اندلس میں پہنچ گیا اور وہاں اس نے اپنی ہمّت و تدبّر سے بڑی زبردست حکومت قائم کر لی۔

جدول سنین خلفاء بنی اُمیّہ

سنہ	اسمائے خلفاء
۴۱ھ	حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ
۶۰ھ	یزید بن معاویہ
۶۴ھ	معاویہ بن یزید بن معاویہ
۶۵ھ	عبدالملک بن مروان بن الحکم
۸۶ھ	ولید بن عبدالملک
۹۶ھ	سلیمان بن عبدالملک

سنہ	اسمائے خلفاء
سنہ ۹۹ھ	حضرت عمرؓ بن عبد العزیز بن مروان
سنہ ۱۰۱ھ	یزید بن عبد الملک
سنہ ۱۰۵ھ	ہشام بن عبد الملک
سنہ ۱۲۵ھ	ولید بن یزید بن عبد الملک
سنہ ۱۲۶ھ	یزید ناقص بن ولید بن عبد الملک
سنہ ۱۲۶ھ	ابراہیم بن ولید بن عبد الملک
سنہ ۱۲۷ھ	مروان الحمار بن محمد بن مروان

خلافتِ بنی عباس

یوں تو دولتِ عباسیہ کا آغاز محمد بن علی سے ہوا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ (رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عم محترم) کے پوتے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے تھے جن کو حضرت عبداللہ بن محمد بن الحنفیہ نے اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ مگر بنی عباس کی خلافت جو اظہار و اعلان کے ساتھ عالم میں تسلیم کی گئی وہ ابو العبّاس سفاح سے شروع ہوتی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سیّدنا امام حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی اور منصب خلافت اُن کو تفویض فرما دیا تو آل ہاشم اور شیعان علی نے سید الشہدا حضرت امام حسینؓ کو خلیفہ بنانے کا قصد کیا لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا تب اُن کے علاتی بھائی محمد بن الحنفیہ کو امام بنایا اور اُن سے مخفی طور پر بیعت کر لی۔ حضرت محمد بن الحنفیہ کے دعاۃ و نقبا، متعدد شہروں میں خفیہ طریقہ سے مامور تھے۔ دولت بنی امیہ کے عہد میں بنی ہاشم کی کوشش برابر جاری رہی۔ اگرچہ اموی حکومت بڑے اقتدار، دبدبہ اور شوکت کے ساتھ قائم تھی مگر ان دعاۃ و نقبا، بنی ہاشم کی پوشیدہ سرگرمی کے اثر سے ولید و ہشام کے بعد حکومت کی بنیاد کمزور و متزلزل ہو گئی تھی۔ محمد بن الحنفیہ کے بعد اُن کے صاحبزادہ عبداللہ

جانشین ہوئے اور اُن کے نقیب بھی بدستور معیّن رہے۔ سنہ ۱۱۸ھ میں زہر سے اُن کی شہادت ہوئی۔ اُن کے اولاد نہ تھی اور بنی ہاشم میں اس وقت کوئی دوسرا ذی اثر اور صاحب اقتدار شخص موجود نہ تھا اس سبب سے عبداللہ رض نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا۔ سنہ ۱۲۶ھ میں محمد بن علی نے انتقال فرمایا اور اُن کے صاحبزادہ ابراہیم امام جانشین ہوئے جنہوں نے ابو مسلم خراسانی کو سند ولایت دیکر اپنے ان دعاۃ ونقبا کی طرف روانہ کیا جو خراسان میں مقرر تھے۔ یہ شخص نہایت مدبّر اور عالی دماغ تھا اُس نے اپنی بیدار مغزی وحسنِ تدبیر سے بنی عباس کی حالت کو معراج ترقی پر پہنچا دیا اسی باعث وہ بانیٔ دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہے۔ سنہ ۱۲۹ھ میں اُس نے ہرات کے نواحی واطراف میں خلافت عباسیہ کا علم بلند کر دیا جس کے سایہ میں تمام اطراف وجوانب کے لوگ جمع ہوگئے اور بلاد وامصار کو فتح کرتے ہوئے خراسان کی طرف بڑھے امیر خراسان نے مروان (اظہار دولت اموی کے اخیر فرماں روا) کو نامہ لکھا۔ اُس نے بلقاء کے حاکم کو خط لکھا کہ ابراہیم کو گرفتار کرکے پایہ تخت کی طرف روانہ کردو۔ اتفاق سے ابراہیم امام اس وقت اپنے لشکر سے دور ایک مقام پر مقیم تھے۔ نہایت آسانی سے گرفتار کر لئے گئے۔ مگر چلتے وقت اپنے اعزا کو وصیت کر گئے کہ کوفہ

کی جانب روانہ ہو جاؤ اور ابو العباس سفاح کو خلیفہ بنا دو۔ سفاح ان کے حقیقی بھائی نے ربیع الاول ۱۳۲ھ میں جمعہ کے روز کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ دوسری طرف ابو مسلم نے سمرقند، طوس، نیشاپور، جرجان، ہمدان، رے، اور نہاوند وغیرہ کی طرف افواج روانہ کر کے قبضہ کر لیا۔ مروان الحمار بھاگ کر مصر کی طرف چلا گیا اور شہر بوصیر کے ایک گرجے میں محصور ہو کر بماہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ قتل ہو گیا جس کے ساتھ اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

ابو العبّاس سفاح سے لے کر مستعصم باللہ تک خلافت و حکومت اور پھر متوکل علی اللہ تک صرف خلافت تقریباً نو سو سال تک قائم رہی۔

ان تمام فرماں روایان بنی العباس میں خلیفہ ہارون الرشید اور مامون الرشید خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں جن کی سلطنت نہایت وسعت پذیر تھی۔ جن کی فیاضی و اولوالعزمی، علماء و مشائخ کی قدردانی آج تک مشہور ہے۔ جن کے علمی و ادبی کارنامے علوم و فنون کی خدمات اور ان دہر میں ہمیشہ ایک نمایاں اور روشن یادگار رہیں گی۔

ہارون الرشید نے ولی عہدی کے زمانہ ہی میں روم پر فوج کشی کر کے اُن کو متواتر شکستیں دیں اور فتوحات پے درپے حاصل کرتا ہوا خلیج

قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ممالک اسلامیہ کی حدود اس درجہ وسیع کر دیں کہ اس سے پہلے خلافت عباسیہ میں کسی وقت نہ ہوئی تھیں۔ قیصر روم نے کئی مرتبہ خراج ادا کرنے سے انکار کیا اور ہارون رشید نے ہر بار قیصر روم کو شکست دی بالآخر اس کے دارالسلطنت ہرقلیہ یا ہرقلہ کو ہمیشہ کے لیے تاخت و تاراج کر دیا۔ علوم و فنون صنائع و بدائع کی قدر دانی اور فضل و کمال کی سرپرستی نے اس کی سلطنت، اقبال، شوکت، ناموری، شان اور شہرت کو چار چاند لگا دئیے جس کے باعث پائگاہ خلافت اہل علم و کمال کا مرکز بن گیا۔ ایک سال جہاد کرتا اور دوسرے سال حج کعبہ کو جاتا اس سفر میں سو فقہا کو اپنی جیب خاص کے صرف سے ہمراہ لے جاتا۔ اس سے پہلے کوئی خلیفہ ایسا جواد سخی اور کریم نہیں گزرا۔ جہاد کا بہت شوق رکھتا تھا اپنے خاندان کے ذی عزت لوگوں اور نامور سپہ سالاروں کو جنگ پر بھیجا کرتا تھا۔

مامون الرشید کی خلافت حدود ہند اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک وسیع ہو گئی تھی۔ اسپین کے علاوہ دنیائے اسلام کا کوئی مقام اس کی حکومت سے جدا نہ تھا۔ ہندوستان کے سرحدی شہروں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس کے عہد میں جنگی جہازات اور آلات بحر کثرت سے تیار ہوتے تھے۔ تجارتیں آزاد تھیں۔ ہر شہر، قصبہ،

موقع میں نہریں جاری تھیں۔ ملکی انتظام نہایت عمدہ تھا۔ رعایا بڑے امن و امان اور سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرتی تھی۔ مامون کے دربار میں نجوم، فلسفہ اور حکمت کے مترجمین و ماہرین کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی جن میں سے مشاہیر کے چند نام یہ ہیں۔

ابوحسان سلا مہتمم بیت الحکمۃ۔ ابوجعفر یحییٰ بن عدی۔ محمد بن موسیٰ منجم۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی۔ حسن بن موسیٰ۔ احمد بن موسیٰ۔ علی بن العباس۔ احمد الجوہری۔ یحییٰ بن ابی المنصور۔ فرغانی مصنف مدخل ہیئۃ الافلاک۔ یعقوب کندی نصرانی۔ حنین بن اسحاق نصرانی ماشاء اللہ یہودی۔ دوبان ہند وغیرہ۔ ادب و عربیت کے علماء و فضلا میں فراء نحوی، ابوعبیدہ نحوی، اصمعی، اخفش نحوی، یزیدی لغوی وغیرہ مامون رشید کے عہد سلطنت میں گذرے ہیں۔

دولت عباسیہ کے جملہ تاجداروں کا شجرۂ خلافت بالترتیب ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے تخت نشینی کا سنہ بھی معلوم ہوگا۔

سال تخت نشینی	اسمار خلفاء
سنہ ۱۳۲ھ	ابوالعباس سفّاح بن محمد
سنہ ۱۳۶ھ	منصور دوانیقی بن محمد

سال تخت نشینی	اسمار خلفار
سنہ ۱۵۸ھ	مہدی بن منصور
سنہ ۱۶۹ھ	ہادی بن مہدی
سنہ ۱۷۰ھ	ہارون رشید بن مہدی
سنہ ۱۹۳ھ	امین بن ہارون
سنہ ۱۹۸ھ	مامون بن ہارون
سنہ ۲۱۸ھ	معتصم بن ہارون
سنہ ۲۲۷ھ	واثق بن معتصم
سنہ ۲۳۲ھ	متوکل علی اللہ بن معتصم
سنہ ۲۴۷ھ	مستنصر باللہ بن متوکل
سنہ ۲۴۸ھ	مستعین باللہ بن معتصم
سنہ ۲۵۲ھ	معتز باللہ بن متوکل
سنہ ۲۵۵ھ	مہتدی باللہ بن واثق
سنہ ۲۵۶ھ	معتمد باللہ بن متوکل
سنہ ۲۷۹ھ	معتضد باللہ بن موفق
سنہ ۲۹۵ھ	مقتدر باللہ بن موفق
سنہ ۳۲۲ھ	راضی باللہ بن مقتدر

اسمار خلفار	سال تخت نشینی
مقتضی باللہ بن مقتدر	سنہ ۳۲۹ھ
مستکفی باللہ بن مقتفی	سنہ ۳۳۳ھ
مطیع باللہ بن مقتدر	سنہ ۳۳۴ھ
طائع للہ بن مطیع	سنہ ۳۶۳ھ
قادر باللہ بن مقتدر	سنہ ۳۸۱ھ
قائم بامر اللہ بن قادر	سنہ ۴۲۲ھ
مقتدی باللہ بن قائم	سنہ ۴۶۷ھ
مستظہر باللہ بن مقتدی	سنہ ۴۸۷ھ
مسترشد باللہ بن مستظہر	سنہ ۵۱۲ھ
راشد بن مسترشد	سنہ ۵۲۹ھ
مقتفی بن مستظہر	سنہ ۵۳۰ھ
مستنجد باللہ بن مقتفی	سنہ ۵۵۵ھ
مستضئی بنور اللہ بن مستنجد	سنہ ۵۶۶ھ
ناصر لدین اللہ بن مستضئی	سنہ ۵۷۵ھ
ظاہر بامر اللہ بن ناصر	سنہ ۶۲۲ھ
مستنصر باللہ بن ظاہر	سنہ ۶۲۳ھ
مستعصم باللہ بن مستنصر	سنہ ۶۴۰ھ

مستعصم باللہ کے زمانہ میں تاتاریوں کا فتنہ عظیم واقع ہوا۔ خلیفہ کا
وزیر ابن علقمی رافضی اُن سے سازباز رکھتا تھا اور مخفی طور پر عراق و بغداد
پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ ۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں تاتاریوں
کی کثیر جماعت سے بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔ ابن علقمی نے خلیفہ
کو مشورہ دیا کہ صلح کر لیجئے اور ہلاکو سے شرط کر لی کہ مجھے وزارت کا
عہدہ دینا۔ خود اجازت لے کر مصالحت کی غرض سے تاتاریوں کے
پاس پہنچا اور اپنی طرف سے جھوٹ کہہ دیا کہ ہلاکو آپ کی خلافت میں
دست اندازی نہیں چاہتا صرف اطاعت لینا چاہتا ہے۔ غرض
خلیفہ مع تمام اکابر و علماء کے بغداد سے باہر صلح کے لئے گئے اور سب کے
سب قتل کر ڈالے گئے۔ دارالخلافہ بغداد میں خون کی ندیاں بہ گئیں
حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ نے زوال بغداد کا نہایت دردانگیز مرثیہ
تحریر فرمایا ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں ۔۔۔ بر زوالِ ملکِ مستعصم امیرالمؤمنین

اسی زمانہ میں مستنصر باللہ بن ظاہر بامر اللہ جو بغداد میں محبوس
تھے رہا ہو کر مصر کی طرف چلے گئے۔ سلطان مصر بیبرس نے ان کو بڑی
تعظیم و تکریم کے ساتھ لیا اور ان سے بیعت کی۔ خلیفہ نے سلطان کو
خلعت دیا اور فرمان حکومت لکھ دیا۔ مصر میں خلیفہ کے نام کا خطبہ
پڑھا گیا اور سکہ جاری ہوا۔ اس وقت سے خلفاء عباسیہ کا نام

مصر میں زندہ ہوا جن کی تفصیل اس نقشہ سے ظاہر ہو گی۔

سنہ	نام
سنہ ۶۵۶ھ	مستنصر باللہ ثانی بن ظاہر بامر اللہ
سنہ ۶۶۱ھ	حاکم بامر اللہ بن حسن بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ مسترشد باللہ۔
سنہ ۷۰۱ھ	مستکفی باللہ بن حاکم بامر اللہ۔
سنہ ۷۴۰ھ	واثق باللہ بن ولیعہد مستمسک بامر اللہ بن حاکم بامر اللہ۔
سنہ ۷۴۲ھ	حاکم بامر اللہ بن مستکفی باللہ
سنہ ۷۵۳ھ	معتضد باللہ بن مستکفی باللہ
سنہ ۷۶۳ھ	متوکل علی اللہ بن معتضد
سنہ ۷۸۵ھ	واثق باللہ بن ولیعہد مستمسک بامر اللہ بن حاکم بامر اللہ
سنہ ۸۰۸ھ	مستعین باللہ بن متوکل علی اللہ
سنہ ۸۱۵ھ	معتضد باللہ بن متوکل
سنہ ۸۴۰ھ	مستکفی باللہ بن متوکل
سنہ ۸۵۴ھ	قائم بامر اللہ بن متوکل
سنہ ۸۵۹ھ	مستنجد باللہ بن متوکل
سنہ ۸۸۴ھ	متوکل علی اللہ بن یعقوب بن متوکل
سنہ ۹۰۳ھ	مستمسک باللہ بن متوکل علی اللہ بن یعقوب
سنہ ۹۱۴ھ	متوکل علی اللہ۔

خلافت آلِ عثمان

چین اور ترکستان کے مابین جو عظیم الشان درّہ واقع تھا اُس میں قوم ترک سکونت پذیر تھی جس کا شمار خلّاق عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں اس لئے کہ وہ درّہ آبادی سے دور و دراز مسافت پر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس درّہ کی راہ ہر طرف سے ایک ماہ کی تھی۔ رب العالمین کی قدرت کاملہ سے ترکوں کے خور و نوش کا تمام سامان اور ضروریات زندگی اُسی مقام پر موجود و مہیّا تھیں۔ علے العموم صحرائی جانوروں کا گوشت اور دودھ اُن کی غذا تھی۔ کبھی کبھی غلّہ بھی میسّر ہو جاتا تھا۔ بھیڑ بکریوں کی اُون بدن ڈھانکنے کو مل جاتی تھی۔ اگر اتفاق سے کسی قافلہ کا گذر اُدھر ہو جاتا تو اُس کو لُوٹ لیتے۔ اسی گروہ میں سے غز، غوری، خطا، اور تاتار بھی ہیں۔ تاتار ہی تمام اقوام ترک میں سب سے زیادہ دلیر و نامور ہوئے۔ مُغل بھی اسی نسل سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مغل تو ایشیا کے بعید ترین مشرقی گوشہ میں بحالت توحش بسر اوقات کرتے تھے مگر ترک عربوں کی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو چکے تھے۔ جب ملوک ترکستان و کاشغر کی دولت و حکومت معراج کمال پر پہنچکر زوال پذیر ہوئی تو ان صحرانشین ترکوں نے درّۂ کوہ سے باہر نکل کر تقریباً ۳۰۰ھ مطابق ۹۱۲ء سے بلاد ترکستان پر

غلبہ و قبضہ کر لیا۔ ترکوں کی قوم معمورۂ عالم میں ما بین چین و ترکستان خوارزم تک اور شاش، فرغانہ، ما وراء النہر، بخارا، سمرقند، ترمذ، میں آباد تھی۔ اہل اسلام نے اپنی زبردست اور عالمگیر فتوحات کے زمانہ میں اُن کو ما وراء النہر وغیرہ سے نکال دیا تھا صرف ترکستان، کاشغر، فرغانہ، اور شاش ان کے قبضہ میں رہ گیا تھا جس کا خراج سالانہ ادا کرتے تھے اس کے بعد ترکوں نے اپنے وحشیانہ، بہیمانہ، اور غیر مہذب زندگی کو انسانیت، تہذیب اور نور اسلام سے مبدّل کر لیا۔ اسی وجہ سے ان کی دولت و حکومت مستحکم و پائدار ہو گئی۔

تاتاری اقوام میں سب سے زبردست آل سلجوق گذرے ہیں جو عربی تاریخوں میں ترکمان کے نام سے مشہور ہیں۔

سلجوقیوں کی ابتدا تاریخ کی زبان سے جو کچھ بیان کی گئی ہے اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

بیگو خاں (بیغو خاں) دشت قپچاق واقع بلاد ترکستان کا ایک خود مختار حاکم تھا جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص دقاق (تقاق) تھا۔ اس شخص کی شجاعت نے اُس کو تمر تالیغ (یالیغ) کا خطاب دلوایا تھا جو ترکی زبان میں سخت کمان والے بہادر کے لئے بولا جاتا ہے۔ دقاق سپہ گری کے ساتھ تدبر و سیاست میں بھی ممتاز تھا۔ دقاق کے مرنے پر اس کا بیٹا سلجوق (سلچوک) باپ کے عہدے پر فائز ہوا۔

یہی سلجوق خاندان سلجوقیہ کا بانی ہے۔ سلجوق بیگو خاں پر حاوی ہو گیا تھا اس لئے اراکین سلطنت اُس سے حسد رکھنے لگے اور شکایات کا بازار گرم ہو گیا۔ سب سے بڑا واقعہ یہ گذرا کہ ایک روز محل سرائے میں پہنچ کر سلجوق مسند شاہی کے قریب جہاں بیگمات اور شاہزادوں کی نشستگاہ تھی بیٹھ گیا۔ یہ بات ملکہ کو نہایت ناگوار و خلاف مزاج گذری۔ بادشاہ سے شکایت کی کہ یہ لڑکا بہت چل نکلا ہے۔ اس عمر میں تو یہ کیفیت ہے آگے خدا جانے کیا ہو گا۔ شاہ ترکستان نے اس واقعہ سے متاثر ہو کر سلجوق کو تنبیہ کرنا چاہی۔ ادھر سلجوق اطلاع پا کر ہوشیار ہو گیا۔ سو سوار، پندرہ سو اونٹ، اور پچاس ہزار بکریاں لے کر سمرقند کی طرف چل دیا۔ جند جو ترکستان کا ایک مشہور اور بڑا شہر ہے اُس کے نواح و اطراف میں جا کر قیام پذیر ہو گیا جہاں اس قبیلہ کے دوسرے آدمی بھی آ گئے اور ایک مختصر سی حکومت قائم ہو گئی۔ اسی اثناء میں توفیق ربّانی اور تائید غیبی سے سلجوق مع تمام لواحقین کے شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔ یہ اس خاندان میں پہلا مسلمان حاکم تھا جو مذہب اسلام کا بڑا زبردست حامی، معاون اور داعی بن گیا۔

یہ علاقہ بیگو خاں شاہ ترکستان کی قلمرو میں تھا اور وہی یہاں کے باشندوں سے خراج وصول کیا کرتا تھا۔ سلجوق نے اس علاقہ پر

قابض ہونے کے بعد خراج دینے سے قطعی انکار کیا۔ تلوار ثالث قرار پائی جس نے سلجوق کے حق میں فیصلہ کیا اور یہ خطہ بعد کی فتوحات کے لیئے سنگ بنیاد قرار پایا۔ ظاہر ہے کہ اس فتح اول سے اس نواح میں سلجوق کی دھاک بیٹھ گئی۔ اطراف وجوانب کے چھوٹے چھوٹے سردار اُس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے جس سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ تیغ آزمائی کرے۔ اُس نے نور بخارا کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ اور ملک گیری وکشور کشائی کے حوصلے پورے کرنے لگا۔

اس کے بعد اُس کا بیٹا میکائیل پھر طغرل بیگ محمد اور چغری بیگ داؤد دپسران میکائیل) تخت نشین ہوئے اور دونوں کے مشورہ سے حکومت شروع ہوئی۔ طغرل بیگ کی فتوحات جس زمانہ میں آغاز ہوئیں اس وقت خلافت بغداد کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا تھا۔ اصلی طاقت فاطمئین مصر کے ہاتھوں میں تھی۔ دولت ایران آل بویہ میں تقسیم ہوچکی تھی اور بغداد کا امیرالمومنین قائم بامراللہ انہیں کے ہاتھوں میں تھا جس کی مذہبی عظمت کو آل بویہ کی شیعیت نے ضعیف کردیا تھا۔ ایسے نازک اور فتنہ کے زمانہ میں اسلام کی سیاسی ومذہبی کمزوری دور کرنے کے لیئے ایک نہایت زبردست قوت کی ضرورت تھی۔ خداوند قادر وقیوم نے ملوک سلجوقیہ کے قیام سے اس بڑی ضرورت کو

پورا فرما دیا۔ مسٹر لین پول مشہور مورخ کا قول ہے کہ "اسلام قبول کرتے ہی ان کندہ ناتراش اور خانہ بدوش وحشیوں کی بالکل کایا پلٹ ہو گئی یہ سلجوقی مسلمانوں کی مُردہ سلطنت میں روح پھونکنے کو اٹھ کھڑے ہوئے اور فی الواقع اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے"

الغرض طغرل بیگ کی سیادت میں سلجوقیوں کی طاقت آہستہ آہستہ مگر مستقل طور پر ترقی کرتی تھی۔ اس ترقی کی تیز رفتاری میں اگر کوئی مانع و حارج تھا تو وہ سُلطان محمود غزنوی کا وجود تھا۔ اگرچہ اس کی دوربیں نظر نے بھی کبھی ان کی بڑھتی طاقت کے استیصال پر توجہ نہ کی تھی۔

۴۲۱ھ مطابق ۱۰۳۰ء میں سلطان محمود کا انتقال ہوا اور تخت محمودی پر سلطان مسعود متمکن ہوا۔

اب طغرل بیگ کی کشور کشائی کے لئے میدان صاف تھا۔ لڑائی کے لئے حیلے بہانے مشکل نہ تھے چنانچہ تھوڑے ہی دن بعد لڑائی کا آغاز ہوا جس میں نیشاپور۔ خراسان وغیرہ طغرل کے زیر نگین آئے۔ اور اس طرح غزنوی سلطنت کے کھنڈرات پر سلجوقی حکومت کی پر رفیع الشان عمارت تعمیر ہوئی۔ طغرل بیگ نے مقام رے کو اپنا دارالسلطنت۔ اور جغری بیگ نے مرو کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔

سلجوقیوں کی حکومت کا آغاز اگر طغرل بیگ کی باقاعدہ تخت نشینی

سے سمجھا جائے تو سنہ ۴۳۷ھ مطابق سنہ ۱۰۴۵ء سے ہے۔ سب سے بڑا طبقہ جس کے افراد کو اہل تاریخ سلاجقۂ اعظم لکھتے ہیں۔ عراق وایران وغیرہ پر حکمراں تھا جس میں الپ ارسلان۔ ملک شاہ۔ سنجر۔ برکیارق۔ وغیرہ جیسے جلیل القدر فرماں روا گذرے ہیں یہ سنہ ۵۹۰ھ مطابق سنہ ۱۱۹۴ء تک قائم رہا۔ سنہ ۴۳۳ھ مطابق سنہ ۱۰۴۱ء میں اسی طبقہ سے ایک شاخ پھوٹی جس نے سنہ ۴۳۳ھ مطابق سنہ ۱۰۴۱ء سے سنہ ۵۸۳ھ مطابق سنہ ۱۱۸۷ء تک کرمان اور بلاد ملحقہ پر حکومت کی۔

طبقۂ اعظم کی دوسری شاخ سلاجقۂ اناطولیہ کی ہے جو سنہ ۴۷۰ھ مطابق سنہ ۱۰۷۷ء سے سنہ ۷۰۸ھ مطابق سنہ ۱۳۰۸ء تک روم و ایشائے کوچک میں حکمراں رہی۔ اس حکومت کی حدود تقریباً وہی تھے جو آج کل بطل الحریت مجاہد فی سبیل اللہ حضرت غازی مصطفٰے کمال پاشا خلد اللہ ملکہ کی شمشیر کا فرکش کے زیر سایہ ہیں۔ اس کا پایۂ تخت قونیا تھا جس کو حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تینوں طبقوں کے شجرہ ہائے نسب پیش کئے جائیں جن سے ہر حکمراں کی مدت حکومت معلوم ہو۔

سلاجقۂ اناطولیہ کے شجرہ میں تم نے ایک فرماں روا علاء الدین کیقباد کا نام پڑھا ہوگا۔ اس سے اور علاء الدین تکش خوارزم شاہ کے پوتے جلال الدین خوارزم شاہ سے ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۲۹ء میں وہ فیصلہ کن لڑائی ہوئی جس کے بعد سے خوارزم شاہیوں کا چراغ ہمیشہ کے لئے گُل ہوگیا۔ اس جنگ میں ایک شخص سلیمان "جو بعض مورخین کے قول کے مطابق آرمینیا کا رئیس زادہ اور بقول بعض بلخ کا باشندہ تھا" علاء الدین کیقباد سلجوقی کی طرف سے مع اپنے جمعیت کے نہایت بہادری سے لڑا اور اس جلدو میں بعد فتح علاء الدین کی نظر میں مقبول ہوگیا۔ سلیمان کے بعد اُس کا بیٹا طغرل (یا ارطغرل) اور طغرل کے بعد اُس کا بیٹا عثمان یکے بعد دیگرے علاء الدین کیقباد کے مقربین میں رہے۔ عثمان نے علاء الدین کیقباد کے دل میں اسقدر جگہ پائی کہ اُس کا امیر عسکر اور مختار سلطنت ہوگیا۔ اس نے کیقباد کی حدود مملکت میں بہت کچھ اضافہ کیا جس کے صلہ میں کیقباد نے اسے "غازی" کا خطاب دیکر اپنی شہزادی سے نکاح کر دیا۔ کیقباد کے مرنے پر عثمان غازی نے اپنی جداگانہ مستقل طاقت قائم کی اور بروصہ فتح کرکے اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ اور اس عظیم السطوت حکومت وسلطنت کی بنا ڈالی جو آج ساڑھے چھ سو برس گذرنے پر متفقہ عیسائی یورپ کے صلیبی جہاد کے باوجود بھی خدا کے فضل وکرم

سے باقی و قائم ہے - یورپ، ایشیا، اور افریقہ کے تینوں بڑا عظم گواہ ہیں کہ اس سلطنت نے اپنے عروج و اقتدار کے زمانہ میں ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی کئی بار یورپ کے جلال و جبروت کو خاک میں ملا دیا اور دنیائے عیسویت کی متکبر گردن کو اپنے "باب عالی" کی آستانہ بوسی کے لئے جھکا جھکا دیا ہے۔ تاریخ کو وہ زمانہ فراموش نہیں ہوا ہے جبکہ ترکوں کے "سلطان اعظم" کی پیشانی پر خفیف سی شکن آجانے سے یورپ کے ایوانات وزارت لرز جاتے تھے، سفارت خانوں میں تہلکہ پڑ جاتا تھا اور "فاتح یورپ" کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کے دفاتر وزارت میں وہ خطوط اب تک محفوظ ہوں گے جو یورپ کے عیسائی بادشاہ سلطان فاتح کو براہ راست لکھنا خلاف ادب سمجھ کر اس کے وزیر اعظم کو اس طرح سے لکھتے تھے جیسے چھوٹے اپنے بڑوں کو یا ماتحت اپنے افسروں کو لکھتے ہیں۔

غازی عثمان خاں اول نے جس تخت پر ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء میں قدم رکھا تھا اُس پر اس غازی مرحوم کی نسل کے سینتیس افراد اس وقت تک بیٹھ چکے ہیں۔ پہلے نو سلاطین آل عثمان کے زمانہ میں تو وہ تخت محض تخت سلطنت ہی رہا لیکن سلطان سلیم خاں اول کی سعادت بخت نے اُسے "تخت خلافت" بنا دیا۔ اور اس طرح

حضور "خلیفۃ اللہ الاعظم" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم" کی وہ بعثت وراثت خلفائے آل عثمان کے تفویض ہوئی جس کے موجودہ حامل حضرت خلیفہ خلیفۃ اللہ، خادم حرمین شریفین امیر المسلمین امام المومنین، سلطان محمد خاں سادس" (سلطان محمد وحید الدین خاں) خلد اللہ ملکہ و دولتہ" ہیں۔

ذیل میں سلاطین آل عثمان اور خلفائے آل عثمان کی مفصل جدول درج کی جاتی ہے۔

سلاطین آل عثمان

شمار	نام	سنہ آغاز سلطنت	سنہ اختتام سلطنت	کیفیت
۱	غازی عثمان خاں اول ابن امیر طغرل بن سلیمان	٦٨٨ھ ١٢٨٩ء	٧٢٦ھ ١٣٢٦ء	
۲	ارخاں ابن عثمان خاں	٧٢٦ھ ١٣٢٦ء	٧٦٠ھ ١٣٥٩ء	
۳	مراد خاں اول ابن ارخاں	٧٦٠ھ ١٣٥٩ء	٧٩١ھ ١٣٨٩ء	٧٦١ھ / ١٣٦٠ء میں ایڈریانوپل فتح کرکے یورپ میں قدم جمائے بلقان کا علاقہ معہ

نمبر	نام	سنہ آغاز سلطنت	سنہ اختتام سلطنت	کیفیت
				صوبہ تھریس فتح ہوا۔
۴	بایزید خاں اول ملقب بہ یلدرم ابن مراد خاں اول	سنہ ۷۹۱ھ ۱۳۸۹ء	سنہ ۸۰۴ھ ۱۴۰۲ء	بلگیریا۔ مقدونیہ۔ تھسلی کو فتح کیا۔ شہنشاہ قسطنطنیہ کو مطیع و باج گزار کیا۔
۵	سلیمان خاں ابن بایزید خاں اول	سنہ ۸۰۵ھ ۱۴۰۲ء	سنہ ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء	
	موسیٰ خاں ابن بایزید خاں	سنہ ۸۱۳ھ ۱۴۱۰ء	سنہ ۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء	
۶	محمد خاں اول ابن بایزید خاں اول	سنہ ۸۱۶ھ ۱۴۱۳ء	سنہ ۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء	کپاڈوکیا۔ سرویا۔ ولاشیا اور دوسرے یورپی صوبے فتح کیے۔ مینوئل پیلیولوگس شہنشاہ قسطنطنیہ اسے خراج دیتا رہا۔
۷	مراد خاں ثانی ابن محمد خاں اول	سنہ ۸۲۵ھ ۱۴۲۲ء	سنہ ۸۵۴ھ ۱۴۵۱ء	سب سے پہلے لڑائی میں توپ کا استعمال کیا۔ اسکندر بیگ ہنگاریا کو تباہ کیا۔

نمبر شمار	نام	سنہ آغاز سلطنت	سنہ اختتام سلطنت	کیفیت
۸	محمد خان ثانی اعظم فاتح قسطنطنیہ ابن مراد خان ثانی	۸۵۴ھ ۱۴۵۱ء	۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء	سب سے بڑا کارنامہ فتح قسطنطنیہ تاریخ فتح ۱۰ر جمادی الاولی ۸۵۷ھ۔ ۲۰ ولکیشا ہنشاہ ہسپانیا اور دوسرے شہر اپنے اقتدار میں کرکے اٹلی کے فتح کا قصد تھا کہ انتقال ہوگیا عیسائی دنیا میں عید منائی گئی۔
۹	بایزید خان ثانی ابن محمد خان فاتح	۸۸۶ھ ۱۴۸۱ء	۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء	تخت قسطنطنیہ پر جلوہ فرما ہوتے ہی حدود سلطنت میں توسیع کی اہل وینس کو یہاں تک دبایا کہ صلح کی التجا کی۔
۱۰	سلیم خان اول ابن بایزید خان ثانی بہ حیثیت سلطان ترکی	۹۱۸ھ ۱۵۱۲ء	۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء	

خلفائے آل عثمان

نمبر شمار	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
۱۰	سلیم خان اول ابن بایزید خان بہ حیثیت خلیفۃ المسلمین	سنہ ۹۲۳ھ ۱۵۱۷ء	سنہ ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء	مصر و عراق و شام و بیت المقدس فتح کرنے کے بعد والی مکہ معظمہ کے لڑکے نے حرمین شریفین کی کنجیاں پیش کیں۔ خطبہ میں حامی دین و خادم حرمین شریفین سلطان کے نام کے ساتھ ملا کر پڑھا گیا۔ عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ نے حقوق خلافت تسلیم کیئے۔
۱۱	سلیمان خان اول ملقب بہ اعظم ابن سلیم خان	سنہ ۹۲۶ھ ۱۵۲۰ء	سنہ ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء	بلگریڈ فتح کیا۔ سنہ ۹۲۸ھ ۱۵۲۲ء میں جزیرہ روڈس فتح کیا۔ اہلِ ہنگری کو شکست دی۔

نمبر	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
				بوداپیسٹ فتح کیا۔ عیسائی اس کے نام سے لرزتے تھے۔
۱۲	سلیم خان ثانی ابن سلیمان خان	سنہ ۹۷۴ھ ۱۵۶۶ء	سنہ ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء	اہل وینس سے جزیرہ قبرص فتح کیا۔ ٹیونس اور الجیریا زیر اطاعت آئے جنگ لے پانٹو میں بحری طاقت کم ہوگئی فرانسیسیوں نے دوستانہ رسوخ پیدا کیا اور اپنے لئے خاص مراعات حاصل کیں۔
۱۳	مراد خان ثالث ابن سلیم خان ثانی	سنہ ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء	سنہ ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۵ء	ارمینیا۔ میڈیا۔ طارس ایرانیوں سے لئے۔ اہل ہنگری سے قلعہ گیا نو فتح کیا۔

نمبر	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
۱۴	محمد خاں ثالث ابن مراد خاں ثالث	سنہ ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۵ء	سنہ ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۴ء	رڈولف شہنشاہ جرمنی سے جنگ کی اور ہنگری پر حملہ کیا۔ مگر میکس ملین برادر شہنشاہ جرمنی مزاحم ہوا۔
۱۵	احمد خاں اول ابن مراد خاں ثالث	سنہ ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۴ء	سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۷ء	
۱۶	مصطفےٰ خاں اول ابن مراد خاں ثالث	سنہ ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۷ء	سنہ ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸ء	
۱۷	عثمان خاں ثانی ابن احمد خاں اول	سنہ ۱۰۲۷ھ ۱۶۱۸ء	سنہ ۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱ء	
	مصطفےٰ خاں اول بار ثانی	سنہ ۱۰۳۰ھ ۱۶۲۱ء	سنہ ۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳ء	
۱۸	مراد خاں رابع ابن احمد خاں اول	سنہ ۱۰۳۲ھ ۱۶۲۳ء	سنہ ۱۰۴۹ھ ۱۶۴۰ء	بغداد فتح کیا۔

نمبر شمار	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
۱۹	ابراہیم خان ابن احمد خان اول	سنہ ۱۰۴۹ھ ۱۶۴۰ء	سنہ ۱۰۵۹ھ ۱۶۴۹ء	اہل وینس کے مقابلہ میں جنگ کریٹ شروع کی
۲۰	محمد خان رابع ابن ابراہیم خان	سنہ ۱۰۵۹ھ ۱۶۴۹ء	سنہ ۱۰۹۸ھ ۱۶۸۷ء	اہل وینس کے مقابلہ میں جنگ جاری رکھی۔ کنیڈیا کو فتح کر لیا۔ پولینڈ پر چڑھائی کی۔
۲۱	سلیمان خان ثانی ابن ابراہیم خان	سنہ ۱۰۹۸ھ ۱۶۸۷ء	سنہ ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء	
۲۲	احمد خان ثانی ابن ابراہیم خان	سنہ ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء	سنہ ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۵ء	
۲۳	مصطفیٰ خان ثانی ابن محمد خان رابع	سنہ ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۵ء	سنہ ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء	اہل وینس۔ اہل پولینڈ۔ اہل روس سے جنگ کی۔
۲۴	احمد خان ثالث ابن محمد خان رابع	سنہ ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء	سنہ ۱۱۴۲ھ ۱۷۳۰ء	جنگ پلٹوا کے بعد چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کو

نمبر	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
				اپنا مہمان کیا۔
۲۵	محمود خاں اول ابن مصطفیٰ خاں ثانی	سنہ ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۰ء	سنہ ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء	جارجیا اور آرمینیا کھو بیٹھے جسے نادر شاہ نے فتح کیا۔
۲۶	عثمان خاں ثالث ابن مصطفیٰ خاں ثانی	سنہ ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء	سنہ ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء	
۲۷	مصطفیٰ خاں ثالث ابن احمد خاں ثالث	سنہ ۱۱۷۱ھ ۱۷۵۷ء	سنہ ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۴ء	
۲۸	عبدالحمید خاں اول یا احمد خاں رابع ابن احمد خاں ثالث	سنہ ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۴ء	سنہ ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء	
۲۹	سلیم خاں ثالث ابن مصطفیٰ خاں ثالث	سنہ ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء	سنہ ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء	کیتھرائن دوم۔ ملکہ روس سے جنگ ہوئی جس میں بہت سا ملک دیکر صلح ہوئی۔ مصر پر فرانس نے حملہ کیا۔
۳۰	مصطفیٰ خاں رابع ابن احمد خاں رابع	سنہ ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء	سنہ ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء	

نمبر	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
۳۱	محمود خاں ثانی ابن احمد خاں رابع۔	سنہ ۱۲۲۳ھ ۱۸۰۸ء	سنہ ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء	سنہ ۱۸۲۱ء میں یونانیوں نے بغاوت کی اور جنگ شدید کے بعد آزاد ہوگئے سنہ ۱۸۲۸ء میں روس سے جنگ ہوئی جس میں روس کو فتح ہوئی اور بہت سے مراعات کے باعث روس قسطنطنیہ پر حملہ کرنے سے باز رہا نوارینو کے مقام پر عثمانی بیڑے کو روس فرانسیسی اور برطانوی بیڑے نے تباہ کر دیا۔
۳۲	عبدالمجید خاں ابن محمود خاں ثانی۔	سنہ ۱۲۵۵ھ ۱۸۳۹ء	سنہ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء	

نمبر	نام	سنہ آغاز خلافت	سنہ اختتام خلافت	کیفیت
۳۳	عبدالعزیز خاں ابن محمود خاں ثانی	سنہ ۱۲۷۷ھ ۱۸۶۱ء	سنہ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۵ء	
۳۴	مراد خاں خامس	سنہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء	سنہ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء	
۳۵	عبدالحمید خاں ثانی	سنہ ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۶ء	سنہ ۱۳۲۶ھ ۱۹۱۸ء	
۳۶	محمد خاں خامس	سنہ ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء	سنہ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۸ء	
۳۷	محمد خاں سادس	سنہ ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۸ء		

جدول بالا سے معلوم ہوگا کہ ۹۱۸ھ میں سلطان سلیم خاں اول تخت نشین ہوئے۔ یورپ میں قسطنطنیہ وغیرہ اور تمام وسط و مغربی ایشیا تو پہلے ہی دولت عثمانیہ کے قبضہ میں آچکا تھا۔ سلطان سلیم خاں نے شام و مصر بھی فتح کر لیا۔ تسخیر عرب کے واسطے جنگ کی ضرورت نہ پڑی بلکہ والی مکہ کے صاحبزادے "ابوالبرکات" نے مصر جاکر اپنے والد کی جانب سے فتح مصر و شام کی مبارکباد دی اور حرمین شریفین کی کنجیاں سلطان کو تفویض کر دیں۔ جب سلطان سلیم مصر سے واپس آئے تو خلیفہ متوکل علے اللہ جو مصر میں خلفائے عباسیہ کی آخری یادگار تھے سلطان کے ہمراہ قسطنطنیہ تشریف لائے اور سلطان کی زبردست قوت، کامل تسلط، حرمین شریفین کی خدمت، اور مصر و شام پر اقتدار دیکھ کر حقوق خلافت بھی انہیں کو تسلیم کر دئیے اور آثار مقدسہ نبویہ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار۔ جھنڈا اور ایک چادر جو نسلاً بعد نسل خلفا میں منتقل ہوتے چلے آتے تھے سلطان کو مرحمت فرما دئیے۔ اس کے بعد جامع ایا صوفیہ میں جملہ عمائد شہر و اراکین سلطنت مجتمع ہوئے۔ جہاں سب سے پہلے خلیفہ متوکل نے خلافت سے اپنی دست برداری کا اعلان کیا پھر تمام حضار نے سلطان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ پہلا دن تھا جس میں سلطنت عثمانیہ جواب تک صرف ایک دولت و حکومت تھی۔

خلافت" کے خصوصی شرف و امتیاز سے مشرف و ممتاز ہوئی اور
بعد کو "خلافت عثمانیہ" کے گرانقدر لقب سے ملقّب ٹھہری۔
اُس وقت سے ان سلاطین کی خلافت بلانزاع و اختلاف ہر زمانہ
میں جملہ اہلِ اسلام کو مسلم و مقبول ہوتی چلی آتی ہے۔ تمام ممالک
اسلامیہ میں خلفاء عثمانیہ کے اسماء شریفہ خطبہ میں پڑھے جاتے
ہیں۔ اُن کو "خادم الحرمین الشریفین" کے معزز و قابل فخر لقب سے
یاد کیا جاتا ہے اور وہ آثار متبرکہ دارالخلافہ "قسطنطنیہ" میں بطور
سند خلافت محفوظ ہیں۔ کعبۃ اللہ کی حفاظت اور روضۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف اُنہیں کو حاصل ہے۔
جزیرۃ العرب اُنہیں کے اقتدار و حکومت میں داخل ہے اور
شریف مکہ اُنہیں کے ماتحت و نائب عامل و زیر اثر رہے ہیں۔
اسی وجہ سے ان کی آزادی مذہب کی نظر میں بغاوت سمجھی
جاتی ہے۔ ایک خاص امتیاز خلفاء عثمانیہ کو قدرت نے یہ عطا
فرمایا ہے کہ اُن کے عہد میں کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعوے دار
پیدا نہیں ہوا خلفاء بنی امیہ اور خلفاء عباسیہ کے زمانۂ خلافت
میں بہت سے مدعیانِ خلافت ظاہر ہوئے لیکن جب سے
خلافت آلِ عثمان کو ملی ہے اُس وقت سے آج تک کسی شخص نے
کسی طرح اُن کے مقابل خلافت کا ادعا نہیں کیا۔ مگر حکومت عثمانیہ

کو نصارائے یورپ نے آغاز ہی سے بغض وحسد وکینہ وعداوت کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ آل عثمان جس قدر یورپ کی طرف بڑھتے گئے اہلِ تثلیث کی نفرت وعداوت زیادہ ہوتی گئی۔ یورپ میں ترک جزیرہ نمائے "گیلی پولی" کی جانب سے داخل ہوئے اور پھر اندر کو برابر گھستے چلے گئے۔

سلطان مرادخان اول کے عہد میں علاقہ بلقان مع تھریس فتح ہوا۔ اس کامیابی پر قیصرِ روم جل بھن کر خاک ہو گیا اور مذہب عیسوی کے نام پر پاپائے روم اور دیگر شاہان عیسوی کو آلِ عثمان سے لڑنے کی ترغیب دی۔ بڑی زبردست لڑائی ہوئی لیکن قیصرِ روم کو سقدونیہ اور البانیہ دے کر مغلوبانہ طور پر مصالحت کرنی پڑی۔ سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ نے اپنے عہد سلطنت میں عیسائیوں کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے اور فتنہ وفساد کی جڑ قیصر روم کے پایۂ تخت "قسطنطنیہ" کو فتح کر لیا۔ قیصر روم نے اس جنگ کو مذہبی جنگ قرار دے کر عیسائیوں کو بہت کچھ اُبھارا، جوش دلایا، اور دین ومذہب کی طرف متوجہ کیا مگر اس سے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ اہلِ باطل کو ہزیمت وشکست نصیب ہوئی اور اہلِ حق کو فتح ونصرت۔ ترپّن ۵۳ روز کے محاصرہ کے بعد ۱۰۔ جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ کو قسطنطنیہ پر سلطان کا قبضہ

ہوگیا۔ خلیفۃ المسلمین سلطان سلیم خاں اول کے بعد سلطان سلیمان
اول کے عہد خلافت میں سلطان خیرالدین باربروسا والیٔ
الجزائر نے اعانت چاہی۔ خلیفہ نے افواج روانہ فرماکر نصاریٰ
کی مدافعت کافی طورپر کی اور حسب خواہش سلطان خیرالدین حکومت
"الجزائر" بھی بابِ عالی کے اقتدار میں آگئی۔ پھر خلیفۃ المسلمین نے
خیرالدین کو امیرالبحر کے عہدہ پر مامور کردیا جن کی سعی بلیغ سے
"ٹیونس" خلافت اسلامیہ کے تحت میں آگیا۔ سولہویں عیسوی
صدی کے نصف حصہ تک آل عثمان کی دولت وحکومت،
جاہ وجلال، سطوت وشوکت، عظمت وجبروت، رعب
واقتدار آسمانِ کمال وترقی پر آفتابِ عالمتاب بن کر درخشاں
رہا جس کے خیال سے سارے اہل یورپ خائف وترساں تھے
لیکن اسی صدی کے اخیر حصہ میں خلفاء عثمانیہ کے استحکام دولت
میں فرق آنا شروع ہوگیا۔ عیسائی سلطنتوں نے پے درپے
حملے شروع کردئیے اور جس قدر حکومت عثمانیہ کمزور ہوتی گئی اسی قدر
اہل تثلیث تیزی اور قوت کے ساتھ سلسلۂ جنگ بڑھاتے گئے۔
سنہ ۱۵۷۲ء میں اسپین اور روما نے ترکوں سے جنگ کی سنہ ۱۶۲۲ء
میں حاکم پولنا روس وفرانس کی مدد سے لڑا سنہ ۱۶۴۵ء میں مالٹا
وغیرہ کے عیسائی۔ سنہ ۱۶۸۳ء میں آسٹریا پھر سنہ ۱۶۹۲ء میں بھی

آسٹریا سنہ ۱۶۹۵ء میں روس سنہ ۱۶۹۷ء میں جرمنی پھر سنہ ۱۷۲۱ء
میں بھی جرمنی سنہ ۱۷۳۵ء میں روس سنہ ۱۷۳۷ء میں پھر جرمنی۔
سنہ ۱۷۵۲ء میں روس سنہ ۱۷۷۴ء میں روس اور جرمنی ترکوں سے
لڑے۔ اسی جنگ میں حکومت برطانیہ بھی روس کی ہمدرد اور
مدد و معاون تھی با ایں ہمہ عیاری و چالاکی سے فریق ثالث بن کر
روس اور باب عالی میں صلح کرانے کو میدان میں آئی جس کا جواب
خلافت عثمانیہ کی جانب سے نہایت دندان شکن دیا گیا کہ
"یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے کہ برطانیہ اپنے آپ کو ثالث کی
حیثیت سے پیش کرتی ہے حالانکہ اس کا بیڑہ روس کے ہمراہ
ہم سے نبرد آزما ہے۔ باب عالی کے پاس اس امر کے یقین کرنے
کے کافی وجوہ ہیں کہ اس کارروائی سے صرف دشمن کی نفع
رسانی مقصود ہے۔ برطانیہ کے واسطے ضروری ہے کہ اول
اپنی پالیسی کا اعلان کر دے" فرانس نے اپنے فوائد و حقوق
کے تحفظ کی غرض سے جب ترکوں کی مدد اور روس کے خلاف
کارروائی کرنے کا قصد کیا تو انگلستان کی پارلیمنٹ میں صاف
طور پر کہہ دیا گیا کہ "روس کے خلاف ہر کارروائی کو برطانیہ اپنی عداوت
و اعانت پر محمول کرے گی" انیسویں صدی کے آغاز میں نپولین
شاہ فرانس نے مصر پر جنگ کی مگر کامیاب نہ ہوا تو محمد علی پاشا

والیٔ مصر نے مصر و عرب کو ملا دینے اور متحدہ اسلامی حکومت قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن "انگلستان" نے اس کارروائی کو اپنے مشرقی منافع کے مخالف سمجھکر مزاحمت کی اور خاص اس وقت جبکہ عثمانی مصری سپہ سالار خورشید پاشا نے بحرین پر قبضہ کرنا چاہا تو "برطانیہ" نے دھمکی دی کہ "اگر ایسا کیا گیا تو انگریزی بیڑا شام پر حملہ کر دے گا"۔ ۱۸۱۵ء میں جزائر "کارفو" وغیرہ انگلستان نے اپنی حمایت میں لے لیے۔ ۱۸۱۷ء میں یونان کو آزاد کرا لینے اور باب عالی کے خلاف شورش و بغاوت پھیلانے کو تمام عیسائی طاقتیں متحد ہو کر مستعد و آمادہ کار ہو گئیں۔ روس تو اس بغاوت کا بانی ہی تھا۔ انگلستان کے مشہور شاعر "بائرن" نے متعدد مقامات پر جا کر لوگوں کو یونان کی حمایت پر ترغیب دی اور اپنی تمام زور فصاحت و بلاغت، شاعری و لسانی سے کام لیا۔ فرانس کا بھی ایک شاعر اسی کام کی انجام دہی میں مصروف رہا۔ آزادیٔ یونان کے قریب دو جملہ سے دولت عثمانیہ کے شہروں پر قبضہ کیا گیا، مسلمان بڑی بے دردی سے قتل کیے گئے، مذہبی شعائر و عمارات اور آثار قدیمہ منہدم کر ڈالے گئے تو سلطان محمود خان ثانی نے ان مظالم کے دفعیہ کے لیے کثیر التعداد فوج روانہ کی جس نے یونان کے تمام باغیوں کا چاروں جانب سے محاصرہ کر لیا۔ اس وقت سارے

یورپ میں کھل بلی پڑ گئی اور روس نے دولت علیہ کو لکھا کہ "باب عالی اب مسیحی طاقتوں کو یہ بتانے پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ یونان کو برباد نہ ہونے دیں گی اور صلیب کے خلاف ہلال کی تمام اہانتوں کو خاموشی سے دیکھتی نہ رہیں گی" گویا یہ ایک جدید جنگ کا اعلان تھا کہ فوراً ہی سنہ ۱۸۲۶ء میں روس نے اعلانِ جنگ کر دیا اور انگلستان و فرانس بھی روس کے ساتھ شریک ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لندن کانفرنس میں باب عالی کو آزادیٔ یونان پر مجبوراً دستخط کرنا پڑے۔ سنہ ۱۸۴۱ء میں انگلستان نے اپنے مشرقی فوائد کی بنا پر مصر کو محمد علی پاشا کے خاندان کے لئے مخصوص و محفوظ کرا دیا۔ سنہ ۱۸۵۶ء میں روس سے "جنگ کریمیا" کے بعد صوبہ فلاخ و بغدان ترکی حکومت سے آزاد کرا دیا گیا۔ سنہ ۱۸۷۵ء میں روس نے مسئلہ بلقان چھیڑ دیا۔ بوسینیا۔ ہرزیگونیا۔ مانٹی نگرو۔ سرویا۔ بلغاریہ کو کھلم کھلا مسیحی طاقتوں نے بغاوت و فساد پر کمربستہ کر دیا۔ اس آتش فتنہ و شورش کو بجھانے کے لئے کافی عسکر اسلامی پہنچا جس وقت سرویا کے پائے گاہ حکومت "بلغراد" میں افواج عثمانی داخل ہونا چاہتی تھیں تب انگلستان وہی پرانی چال چلا اور باب عالی کو دھوکہ دینے کے لئے ثالث بن کر آ کودا اور کہا کہ باب عالی چھ ہفتہ کی مہلت جنگ اور بوسینیا و ہرزیگونیا کی اندرونی

آزادی تسلیم کرلے جس کو خلافت عثمانیہ نے سختی کے ساتھ مسترد کر دیا تو لندن میں متحدہ عیسائی حکومتوں نے یہ تجویز پاس کر کے باب عالی کو اطلاع دی کہ اگر ترکی حکومت ان مطالبات کو نہ مانے گی تو عنقریب کوئی سخت کارروائی کی جائے گی اور اس کے بعد ہی جنگ بلقان شروع ہو گئی جس میں خلیفۃ المسلمین کو آخر صلح کرنا پڑی اور برلن کانفرنس میں بوسینیا ہرزیگوینا وغیرہ آسٹریا کو دلائے گئے، سرویا اور مانٹی نگرو آزاد کرا دئے گئے، ریاست بلغاریہ جدا قائم کر دی گئی وغیرہ وغیرہ۔ جب اس کانفرنس کی تیاریاں ہو رہی تھیں اُس وقت انگلستان نے باب عالی سے وعدہ کیا کہ ہم کانفرنس میں آپ کی طرف داری کریں گے اور اس کی اُجرت میں جزیرۂ قبرص لے لیا۔

ہم یہیں انگریزوں کی پرفریب چالیں اور خود غرضی کی مکارانہ تدبیریں جو ہمیشہ رونما ہوتی رہی ہیں اس قوم کے متعلق نپولین نے کیا ہی درست اور سچی بات کہی ہے کہ "انگریز ایک تجارت پیشہ اور بقال سرشت قوم ہے نفع اور سود کا سوال اس کے پیش نظر رہتا ہے اور جب کبھی وہ انسانیت مسیحیت۔ یا امن وصلح کی خدمت انجام دیتا ہے تو اس کے خرمن حرص میں کوئی نہ کوئی دانہ ضرور بڑھ جاتا ہے"۔

اُنیسویں صدی کے آخر میں روس اور انگلستان نے "آرمینیا" کو بغاوت پر آمادہ کر دیا جس کے باعث خونریزی اور قتل کے دردانگیز اور وحشیانہ واقعات پیش آئے مگر جب سے بیسویں صدی شروع ہوئی اُس وقت سے تو دولت عثمانیہ کو چین سے بیٹھنا نصیب ہی نہ ہوا۔ اور معاملات بد سے بدتر ہونے شروع ہو گئے۔ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کا زمانہ اُن کی شخصی رائے اور شخصی حکومت کا زمانہ تھا۔ جس کو بہت سے ترک پسند کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ امور حکومت و سلطنت میں تمام قوم کی مداخلت ہو۔ اور جو کام بھی ہو وہ جمہور کی رائے سے ہو۔ اسی خیال سے نوجوان ترکوں کی جماعت بیسویں صدی کے عشرہ اول میں سلطنت ترکی میں حکومت دستوری (پارلیمنٹ) قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن چونکہ یورپ کو ترکی کے "مرد بیمار" کا صحت یاب ہونا کسی طرح گوارا ہی نہ تھا اس لیئے پارلیمنٹ قایم کرنا بھی ترکوں کے حق میں مفید ثابت نہ ہوا یعنی سنہ ۱۹۰۸ء میں یہ انقلاب ہوا ہی تھا کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس الغرب پر حملہ کر دیا۔ طرابلس میں کوئی باضابطہ فوج اور آلات حرب نہ تھے۔ عثمانی بیڑا بھی وہاں نہ پہنچ سکتا تھا خشکی کا دور دراز راستہ مصر کی طرف سے تھا۔ مگر برطانیہ نے غیر جانبداری کی آڑ میں اس مصر سے جو دراصل ترکوں ہی کا تھا اور انگریزوں کے پاس

محض اجارہ کے طور پر فقط افواج سلطانی کو گذر جانے نہ دیا۔ اس
وقت مسبب الاسباب و سلطان حقیقی نے اپنے ایک عالی حوصلہ،
صاحب ہمت اور شجاع و جری بندہ کو توفیق دی کہ وہ حسن تدبیر سے
مخفی طور پر اہل یورپ کی آنکھوں میں خاک ڈال کر مصر پہنچ گیا اور
اہل طرابلس کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر نہایت ہوشیاری سے
مقابلہ کیا۔ وہ مبارک بندہ غازی انور پاشا کے نام سے موسوم ہے۔
اس کے دفعیہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان
چھڑ گئی۔ ابھی بے چارے ترک سنبھلنے نہ پائے تھے کہ ۱۹۱۴ء میں
جرمن اور روس و فرانس و انگلستان وغیرہ سے جنگ شروع
ہو گئی۔ اس آتش فساد و شورش کے شرارے یک بہ یک تمام
یورپ میں پھیل گئے۔ کوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی
یورپ کی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو اس میں شریک نہ ہوئی ہو۔
مجبوراً اور قوی وجوہ کی بنا پر خلافت عثمانیہ کو بھی اس میں شرکت کرنا
پڑی۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر آخر جنگ تک خونریزی و سفاکی کا سلسلہ
جاری رہا۔ بالآخر صلح کی نوبت آئی جس میں جنگ کا خمیازہ غریب
ترکوں ہی کو اٹھانا پڑا اور یورپ اور امریکہ کی متحدہ عیسائیت نے
جسد اسلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے
کہ پہلے تو صلح کے حیلہ سے مسلح، بہادر اور شجاع افواج عثمانی سے آلات حرب

واسلحۂ جنگ رکھوا لئے گئے ترک جو سچے مسلمان ہیں احکام شریعت غرّا کے مطابق بحالت صلح ہر قسم کی جنگی کارروائی سے باز رہے اور سکون و اطمینان کے ساتھ آخری فیصلہ کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ دول یورپ کی متحدہ افواج نے عیّاری و غدّاری سے ترکی مقبوضات پر جا کر ظالمانہ تسلط اور جابرانہ قبضہ کر لیا۔ خلافت مقدسہ کی حرمت و عظمت کو بھی پامال کیا۔ دار الخلافہ قسطنطنیہ پر استیلا کر کے خلیفۃ المسلمین کو ایک نظر بند کی حیثیت میں کر دیا۔ خاص حکومت برطانیہ نے اس جور و استبداد جبر و استبداد میں نمایاں حصہ لیا۔ محترم سرزمین حجاز، جزیرۃ العرب کو اپنے نحس و نجس قدموں سے آلودہ کیا۔ شریف حسین کو جسے خود مختاری کا بہرا دیکر باب عالی کا باغی و طاغی بنا دیا تھا کٹھ پتلی بنا کر حجاز کی حکومت پر بالواسطہ اپنا اثر و اقتدار رکھا۔ عراق عرب جس میں دار السلام بغداد، نجف اشرف، کربلائے معلّیٰ، کاظمین شریفین اور دیگر مقامات مقدسہ ہیں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ابتدائے جنگ میں جو نظر فریب و خوشگوار وعدے دنیائے اسلام بالخصوص مسلمانان ہندوستان سے کیے تھے اُن کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ متعدد بار یاددہانی کرنے اور مواعید گزشتہ کے ایفا کی جانب توجہ دلانے پر بھی انگلستان نے کروٹ نہ لی۔ تب مسلمانان ہند برطانیہ سے انقطاع تعلق

اور قرآنی حکم ترکِ موالات پر مجبور ہوئے۔ سچ پوچھئے تو اہلِ اسلام کو ابتدائے جنگ ہی میں اس فریضۂ مذہبی پر عامل ہونا لازم تھا مگر اس وقت اُن سے عظیم تر غلطی ہوئی جس کا نتیجہ یہ بھگتنا پڑا جو آج آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اگر اول ہی سے اس زبردست آلہ سے کام لیتے اور اس مستحکم حصن حصین میں پناہ گزین ہوتے تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا جو کبھی نہ دیکھا تھا۔ اسی حالت یاس و پریشانی اور انتہائے مجبوری و مغلوبیت میں قدرت نے ایک ایسے وجود کو ظاہر فرمایا جس نے مسیحی طاقتوں کو اسلامی قوت کا نمونہ دکھا دیا اور بڑے بڑے متکبر و طاقت ور بادشاہوں کو اپنی چمکتی ہوئی تلوار سے متحیّر و خیرہ بنا دیا۔ وہ محترم ہستی مجاہد اسلام غازی مصطفٰے کمال پاشا کی ہے جو معدودے چند سپاہیوں کو ہمراہ لے کر خدائے قدوس و جبّار کے بھروسہ پر اعلاء کلمۃ الحق کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ یورپ کے چالباز لوگوں نے مکّاریاں اور عیّاریاں تو بہت کچھ کیں۔ فریب و حیلہ سازی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ان کو باغی بھی مشہور کیا۔ اُن کی گرفتاری کے لئے انعام بھی مقرر کرائے مگر اُس غازی و مجاہد اسلام پر کچھ بس نہ چل سکا اور خدا کے اُس شیر نے یورپ کے درندوں کو اُن کے ظلم و ستم کا مزا اچھی طرح چکھا دیا اور ظالم و وحشی یونانیوں کو کیفر کردار تک

پہنچا دیا۔ الحمدللہ کہ مایوسی و پریشانی اور سخت اضطراب و بے چینی کی حالت میں مالک الملک، رب العلمین، اور احکم الحاکمین نے اپنے دین کی خدمت، مسلمانوں کی اعانت، اور خلافت مقدسہ کی حفاظت کے لیے اپنے ایک خاص، "شجاع" اور شیردل بندہ کو پیدا فرما دیا۔ اس بہادر وجود نے اپنے زور بازو سے ایک مستحکم سلطنت قایم کر لی۔ کافی تعداد میں لشکر مجتمع کر لیا اور پورا سامان حرب مہیّا کر دیا۔ کون کہتا تھا کہ ترک اپنے اس انتہائی تنزل و انحطاط کی حالت سے اُبھر سکیں گے مگر قربان جایئے قدرت رب اور رحمت باری کے جس نے قعر ذلّت سے غریب، بیکس اور ناچار ترکوں کو نکال کر پھر منزل عزت و سطوت پر پہنچا دیا اور خلافت اسلامیہ و دولت عثمانیہ صانہا اللہ عن الشرور و الآفات الزمانیہ کی عزت و عظمت، حرمت و وقعت کو زائل نہ ہونے دیا۔ خداوند کارساز اس دولت و خلافت کو ہمیشہ برقرار رکھے اور خادمانِ خلافت کے تمام ممالک و مقبوضات کو دوبارہ اُن کے قبضہ میں واپس فرما دے، اُن کا دیرینہ اقتدار از سر نو آسی وسعت و استحکام، جبروت و شوکت کے ساتھ قایم کر دے اور کفار و نصاریٰ، مشرکین و یہود کو تباہ و برباد ہلاک و رسوا فرمائے آمین۔ یہ ہی حکومت ترکی، خلافت

عثمانیہ اور ترکوں کی ایک مختصر تاریخ جس کا بیان کر دینا نہایت ضروری تھا۔

خلافت اور اس کا ہندوستان سے تعلق

خلافت اسلامیہ کی اس مختصر مگر کافی و ضروری تاریخ کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اُن مراسم و تعلقات پر روشنی ڈالیں جو دربار خلافت اور ہندوستان کے مابین ہمیشہ سے قایم ہوتے چلے آئے ہیں۔ مسئلہ خلافت ایک اہم دینی و مذہبی مسئلہ ہے۔ نظام شرعی قایم رکھنے اور احکام ملت اسلامیہ نافذ کرنے کے لئے ہر زمانہ میں خلیفۃ المسلمین کا وجود ضروری ہے۔ ایک عہد میں صرف ایک ہی ذات خلیفہ ہوسکتی ہے جس کا حکم تمام دنیائے اسلام میں جاری و واجب العمل ہے۔ جملہ سلاطین و امرا، حکام و عمال کا اُسی کے اذن و رضا سے مامور و متعین ہونا چاہیئے۔ جمیع خلائق پر اس کی اطاعت و فرمانبرداری فرض حتمی ہے۔ اسی شرعی ضروری قطعی اور اذعانی مسئلہ پر نظر کرتے ہوئے ہندوستان اور دیگر ممالک اسلامیہ کے مسلمان ہر عصر میں خلفاء اسلام کے ساتھ اظہار عقیدت و نیازمندی کرتے رہے ہیں اور ملوک و امرا بلاد و امصار ہر قرن میں بارگاہ خلافت سے وابستہ رہے ہیں۔ خاص ہندوستان کے بادشاہوں نے برابر خلافت عظمیٰ اور مرکزی اسلامی حکومت کے دربار سے خطاب پائے ہیں۔

سندیں حاصل کی ہیں اور اس کو اپنے لئے افتخار و اعزاز کا باعث سمجھا ہے۔

ہم اس مضمون کو دو۲ حصوں پر منقسم کرتے ہیں۔ حصہ اول میں اُن واقعات پر تبصرہ ہوگا جو قدیم زمانہ میں اہل ہند اور خلفاء کے مابین رہے ہیں۔ حصہ دوم۲ میں اُن تعلقات کا ذکر ہوگا جو زمانۂ حال میں ہندی مسلمانوں اور خلیفۃ المسلمین میں قائم ہیں۔

خلافت اور قدیم ہندوستان

ملک ہندوستان کے ابتدائی سلاطین میں سب سے زیادہ مشہور اور روشن و درخشاں سلطان محمود غزنوی رح کا نام نامی ہے جس نے ہندوستان میں اعلاء کلمۃ الحق کی خوب داد دی، اس ظلمت کدہ میں نور اسلام پھیلایا، اور دین الٰہی کی تبلیغ و اشاعت میں جان توڑ کوشش کی۔ یہ بہادر اور حق پرست سلطان باوجود اس جلال و سطوت کے جو تمام عالم میں واضح اور نمایاں ہے دربار خلافت کی عظمت سے بے پروا نہیں رہا۔ اس زمانہ میں خلیفہ قادر باللہ عباسی تخت خلافت پر بغداد میں متمکن تھے۔ سلطان محمود علیہ الرحمہ نے متعدد مرتبہ اُن کے دربار میں عرضداشت بھیجی، اکثر بلاد پر نفاذ حکومت کی اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواست کی، تحفے روانہ کئے اور اظہار انقیاد و عقیدت کیا۔ تقریباً ۴۰۳ھ میں ایک خط خلیفہ قادر باللہ کی بارگاہ میں اس مضمون کا ارسال کیا "چونکہ خراسان کے اکثر شہر مجھ سے متعلق ہیں لہٰذا متوقع ہوں کہ خراسان کے بعض شہر جو جناب کے غلاموں کے تصرف میں ہیں مرحمت

فرما دیئے جائیں" خلیفہ نے یہ التماس قبول فرما کر سلطان کو اعزاز بخشا۔ سفر قنوج سے جب سلطان غزنین واپس تشریف لے گئے تو خلیفہ کے حضور میں تحف و ہدایا روانہ کئے منجملہ اُن کے ایک جانور قُمری کی شکل کا تھا جس میں خاص صفت یہ تھی کہ اگر زہر آلود کھانا مجلس میں آتا تو وہ جانور اضطراب کرنے لگتا اور بے اختیار اُس کی آنکھوں سے آنسو گر پڑتے۔

۴۱۰ھ میں سلطان محمود غزنوی رح نے ایک مکتوب میں ہندوستان کی جملہ فتوحات کی حالت لکھکر خلیفۃ المسلمین کے دربار میں ارسال کی۔ جب یہ نامہ پہنچا تو خلیفہ نے عظیم الشان مجلس منعقد فرمائی اور حکم دیا کہ وہ خط منبر پر تمام حاضرین کے سامنے پڑھکر سنایا جائے۔ اُس کو سُن کر سب نے رب تعالیٰ کا شکر ادا کیا، سلطان کی تعریف و توصیف کی، اُن کے لئے فتح و نصرت کی دعا مانگی، اور دارالخلافۃ بغداد میں عید کی طرح خوشی منائی گئی۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے

وسلطان در سنہ عشر و اربعمائہ فتح نامہ کہ مشتمل بود بر جمیع فتوحاتی کہ او را در ممالک ہندوستان روئے نمودہ بود بہ بغداد فرستاد خلیفہ القادر باللہ عباسی آں روز مجلسے عظیم ساختہ فرمود تا آں فتح نامہ را بر رؤس منابر پیش خلایق باواز بلند بخوانند

ومردم بواسطۂ اعلائے معالم اسلام و انہدام اساس کفر وظلام شکرہا کردہ وزبان بستایش سلطان محمود کشادہ نصرت و ظفراو ازحق سبحانہ تعالی مسئلت نمودند و آں روز در بلاد آنچناں سرور وخوشحالی انتشار یافت کہ گوئی یکے از عیدہائے مقررۂ اسلام ست وایں معنی گنجایش داشت چہ کہ اینچہ صحابۂ کرام در بلاد عرب وعجم در روم وشام بجا آوردند سلطان محمود در ہندوستان بظہور رسانیدہ دنیا و آخرت خود را معمور گردانید۔ سومنات کے سفر سے واپسی پر سلطان کے نام خلیفہ قادر باللہ کا گرامی نامہ صادر ہوا جس میں سلطان کو کہف الدولۃ والاسلام اور اُن کے اعزا کو دیگر القاب عطا فرمائے تھے۔ اُسی کے ساتھ خراسان، ہندوستان، نیمروز، اور خوارزم کا جھنڈا روانہ فرمایا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے آمدن نامۂ خلیفہ مشتمل بر القاب دریں سال کہ سلطان از سفر سومنات برگشت خلیفہ القادر باللہ عباسی القاب نامہ بسلطان محمود نوشتہ لوائے خراسان وہندوستان ونیمروز وخوارزم فرستادہ وسلطان وفرزندان وبرادران اورا در نامہ لقب ہا نہادہ سلطان را کہف الدولۃ والاسلام و امیر مسعود را شہاب الدولۃ وجمال الملۃ و امیر محمد را جلال الدولۃ وجمال الملۃ و امیر یوسف را

عضد الدولہ و موید الملہ خواند و بگر نوشت کہ ہر کرا ولی عہد گردانی ؟
نیز آنکس را قبول داریم و این نامہ سلطان را در بلخ رسید۔
۶۶۰ھ میں عباسیہ بغداد کے بعد عباسیہ مصر کی خلافت
شروع ہوئی تو محض خلفاء ماضیہ کی ایک یادگار اور عباسی
خلافت کا فقط نام ہی نام باقی رہ گیا تھا لیکن پھر بھی شاہان
ہند اُن کی طرف انتساب کو اپنے لئے باعث فخر جانتے اور
اُن کے دینی وقار و مذہبی احترام کو مانتے رہے اگرچہ وہ کتنے
ہی متکبر کیوں نہ ہوں۔ سلطان محمد بن تغلق شاہ جس کی
نخوت سلطنت ”ہمت فرعونی و نمرودی“ سے موسوم کی گئی
ہے بارگاہِ خلافت میں اُسی عجز و نیاز سے پیش آتا تھا جو
ایک محکوم کو صاحب امر کے سامنے ظاہر کرنا چاہیئے۔ وہ یقین
رکھتا تھا کہ بغیر اذن خلیفہ سلطنت جائز نہیں اسی لئے خلیفہ
حاکم بامر اللہ ابو العباس بن مستکفی باللہ مقیم مصر سے غائبانہ
بیعت کی۔ اپنے نام کی جگہ خلیفہ کے نام کا سکہ جاری کیا اور
خلیفہ کے حضور میں عریضہ لکھکر بھیجا۔ مشہور مورخ ضیاء الدین
برنی لکھتے ہیں ”امیر المومنین خلیفہ را بندہ ترین ہمہ بندگان
بود و بے امر و بے فرمان او دست در امور اولوالامری نہ زد“
جب خلیفہ نے سلطان کو منشور حکومت روانہ فرمایا اور خلعت سے

سرفراز کیا تو محمد بن تغلق شاہ نے بڑی دھوم کی۔ شہر میں زر و جواہر نثار کیئے اور خلیفہ کی بارگاہ عالی میں گوہر نفیس نذر کیا۔ تاریخ فرشتہ میں اس کی تفصیل اس طرح مذکور ہے۔

چوں در خاطر بادشاہ متمکن شدہ بود کہ سلطنت بے اجازت خلیفہ عباسی جائز نیست و پیوستہ دریں اندیشہ بود کہ اجازت حاصل نماید تا آنکہ شنید کہ حکام مصر بنا بر مصلحتے یکے از دودمان عباسی را بر سریر خلافت نشاندہ اند پس در ساعت باتفاق کمال الملک غائبانہ بیعت بآں خلیفہ کردہ بجائے اسم خود نام خلیفہ را در سکہ کند و در شہر نماز جمعہ و عیدین منع نمودہ سہ ماہ اوقات صرف عریضہ نوشتن کردہ مرسول داشت و در سنہ اربع و اربعین و سبعمائۃ حاجی سعید صرصری ہمراہ ایلچی بادشاہ آمدہ منشور حکومت و خلعت خلافت آوردہ بادشاہ با جمیع امرا و علما و مشائخ قریب پنج شش کردہ استقبال کردہ منشور خلیفہ را بر سر نہادہ و بوسہا بر قدم حاجی سعید زدہ قدمی چند پیادہ در جلو او رفت و در شہر قبہا بستہ زرہا نثار منشور کرد و باداے نماز جمعہ و عیدین کہ موقوف بود اجازت داد و خطبہ بنام خلیفہ خواندہ اسامی پادشاہان دہلی کہ از خلیفہ اذن نداشتند از خطبہ بیند اخت حتی نام پدر۔ و در طراز جامہائے زرباف

وشرافت عمارات نام خلیفہ ثبت فرمودہ عریضہ مطول مشتمل بر
تواضع بے اندازہ بخط خود بقلم درآوردہ وگوہرے نفیس کہ مثل آں
درخزانہ نبود جہت خلیفہ جدا ساخت وبصحوب حاجی رجب برقعی
روانہ مصر ساخت وملک سرجاندار راکہ درحسن اخلاق وشجاعت
وتقوی وعبادت نظیر نداشت وازو مقرب ترے نبود داخل
پیش کش گردانیدہ درملک خلیفہ درآوردہ ملک قبول خطاب کرد
وعریضہ او متضمن اقرار بہ عبودیت خلیفہ مصحوب حاجی رجب برقعی
مرسول گردانید۔ امیر المومنین کی بیعت کے بعد سلطان محمد بن تغلق شاہ
نے تمام ٹیکس موقوف کر دیئے صرف زکوٰۃ اور عشر کو جاری رکھا جو شریعت
اسلامیہ کا صحیح و بہتر حکم ہے مشہور سیّاح عالم ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ
میں رقم طراز ہیں" اوچہ سے ملتان جاتے ہوئے راہ میں وادی
خسرو آباد ایک وسیع وادی ہے یہاں تاجروں سے تجارتی محصول
کے طور پر نفع کا ایک چوتھائی حصہ اور ہر گھوڑے پر سات دینار لئے
جاتے تھے لیکن میرے ہندوستان پہنچنے کے ۲ دو برس بعد خلیفہ
ابو العباس عباسی کی بیعت کے سبب سے سلطان نے یہ حکم
عام دیا کہ آئندہ زکوٰۃ اور عشر کے سوا اور کچھ نہ لیا جائے"
سلطان فیروز شاہ کو بھی خلیفہ مصر الحاکم بامر اللہ کے حضور سے
خلعت و فرمان حکومت حاصل ہوا جس کو بادشاہ نے نعمت عظمیٰ

اور سعادت کبریٰ تصور کیا۔ امیر المومنین کو نہایت عاجزانہ خط لکھا۔ اور تحف وہدایا حاضر خدمت کئے۔ تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے " و در ماہ ذی الحجہ ۸۵۵ھ مذکور خلعت و منشور خلیفہ عباسی مصر الحاکم بامر اللہ ابوالفتح ابوبکر بن ابی ربیع سلیمان متضمن تفویض ممالک ہندوستان و سفارش بادشاہان بہمنیہ دکن آمد" ضیاء الدین برنی مقدمۂ نہم میں ارقام کرتے ہیں۔ "در مدت شش سال دو کرت از امیر المومنین منشور و لواء امری و خلعت شاہی و لواء سلطنت بدو رسید و حق جل و علا بادشاہ دین پرور سا را در عزت داشت منشور و خلعت و فرستادگاں توفیق بخشد و شرائط حرمت مراحم امیر المومنین با تمام ما بلغ بجا آورد و ہم چنیں دانست کہ منشور و خلعت امیر المومنین از آسمان منزل شدہ واز درگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسیدہ عرضداشتے با تحفہ وہدایا در نہایت تواضع بندگی امیر المومنین رواں کردہ" ہندوستان کے شاہانِ مغلیہ ہمیشہ خلفاء کو تسلیم کرتے رہے۔ جس زمانہ میں خلیفہ متوکل علی اللہ نے سلیم خاں اول کو خلافت تفویض فرما دی۔ ہندوستان میں شہنشاہِ اکبر کی حکومت تھی لیکن اس نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہ کیا۔ اور نہ دیگر بادشاہ اس کے مدعی ہوئے۔ اکبر اور اُن کے

بعد والے جملہ سلاطین اگر مکہ مکرمہ حج ادا کرنے جاتے تو وہاں انہیں عثمانی خلیفۃ المسلمین ہی کی امارت میں ارکان حج پورے کرنا ہوتے اور قسطنطنیہ کے نائب الامام کا خطبہ دوسرے مسلمانوں کی طرح سننا پڑتا۔ جمعہ اور عیدین میں جس وقت خطیب خطبہ میں خلیفۃ المسلمین کا نام لے کر دعا کرتا تھا اللھم ایدالاسلام والمسلمین ببقاء دولۃ خادم الحرمین الشریفین خلیفۃ المسلمین تو جمیع حاضرین اس کوشش کرتے آمین کہتے جن میں شہنشاہ اکبر، شاہجہاں، اور عالمگیر بھی شامل ہوتے تھے۔ جزائر سیلون جو ہندوستان کا ایک بحری گوشہ ہے اس کے ایک مقام کولمبو کا واقعہ میر غلام علی صاحب آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان میں مولانا سید فخرالدین صاحب اورنگ آبادی کی زبانی نقل کرتے ہیں "کہ ساحلی مقامات میں پرتگالیوں کی حکومت ہے اور اندرونی جزائر میں ہندو راجہ کی۔ کولمبو میں مسلمانوں کے دو محلے ہیں جمعہ کی نماز تین بار میں نے وہاں پڑھی خطبہ میں امام نے بادشاہ ہند اور سلطان روم کے لئے دعا مانگی اس لئے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم ہیں"

یہ واقعہ ۱۱۵۵ھ کا ہے جس وقت روس نے ۱۸۷۷ء میں سلطان روم کے خلاف فرضی و غلط واقعات مشہور کر کے جنگ کا ارادہ کیا اور انگلستان بھی اس مشورہ میں شریک ہوا تو

ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے ملکہ وکٹوریہ کو درخواست بھیجکر توجہ دلائی کہ سلطان المعظم ہمارے دینی پیشوا و مذہبی مقتدا، اور مسلم الثبوت خلیفۂ اسلام ہیں اُن کی مخالفت میں کوئی کارروائی کرنا اہلِ اسلام کے مذہبی جذبات کو سخت صدمہ پہنچاتا ہے۔ بمبئی کے مسلمانوں نے جو درخواست روانہ کی تھی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہندوستان کے مسلمان رعایا کو ان سب معاملات کا جن کو سلطنت روم سے تعلق ہے نہایت درجہ کا خیال ہے اور ہمیشہ رہتا چلا آیا ہے کئی کروڑ رعایائے ہند اور جتنی خلقت مسلمانوں کی اس جہان میں بستی ہے اس میں سے ایک بہت ہی بڑا حصّہ جس میں چار کروڑ سے زیادہ ملکہ معظمہ کی رعایا ہے وہ سب سلطان روم کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ بسبب مبالغہ آمیز خبروں اور انگلستان کی چند عیسوی رعایا کی صلاح دینے کے ۱۸۵۶ء کے عہدنامہ کے صاف وصریح شرائط کے برخلاف سلطنت سنیہ عثمانیہ کو ضعف پہنچانے اور اُس کو جُدے جُدے حصّوں میں منقسم کرنے کے لئے روس سے شامل نہ ہوویں" کلکتہ کے اہلِ اسلام نے بھی اسی مضمون کی درخواست بھیجی تھی جس کے بعض مخصوص جملے یہ ہیں "اس سلطنت کے ساتھ

تمام جہان کے تمام مسلمان بالطبع ہمدردی اور دلسوزی سے
شرکاب ہیں کیونکہ حضرت سلطان اعظم وشہنشاہ معظم خلد اللہ
ملکہ وسلطنتہ کو قاطبۃً اہل اسلام خادم حرمین شریفین اور حامیٔ
دین اور عتبات عالیات کے محافظ سمجھتے ہیں" الہ آباد کے
مسلمانوں نے لکھا تھا کہ "ساری دنیا اس کیفیت سے خوب
واقف ہے کہ سلطنت ترکی روم ایک مذہبی سلطنت اور
سلطان اُن تمام ملکوں کے سلطان ہیں جہاں مسلمان ہیں یعنی
تقریباً تمام ایشیا اور افریقہ اور اس حصہ یورپ کے جہاں وہ حکمراں
ہیں پس ساری دنیا کے مسلمان سلطان پر جاں نثار ہیں۔
سلطان کی بدخواہی اور ضرر رسانی میں سارے مسلمانوں
کی بدخواہی اور مخالفت و دشمنی ہے۔ وہ لوگ جو سلطان کو
امام دین اور خلیفہ و پیشوا جانتے ہیں کیونکر اُن کے نقصان اور
ضرر پر تحمل وسکوت کریں گے نہیں ہرگز نہیں۔ سلطان کے ضرر
و نقصان کی حالت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو مسلح ہونا
پڑے گا اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی کرنی پڑے گی"
خود یورپ اور انگلستان کے مورخین و مصنفین کو اس امر کا اعتراف
ہے کہ خلیفۃ المسلمین سلطان روم جملہ دنیائے اسلام عرب،
شام، افریقہ اور ہندوستان وغیرہ کے اسلامی پیشوا ہیں چنانچہ

مسٹر لین پول کتاب ٹرکی میں لکھتے ہیں۔ "سلطان سلیم روانگی کے وقت کی نسبت زیادہ تر مقتدر ہو کر ۱۵۱۸ء میں قسطنطنیہ کو واپس لوٹا۔ آخری عباسی خلیفہ نے جو بمقام قاہرہ نام نہاد طور پر سربر آرائے مسند خلافت تھا اُس کو بغداد کے خلفائے عظام کی وراثت (خلافت) حوالہ کردی اور اُس کے ساتھ ہی اپنے منصب کے نشانات یعنی حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا جھنڈا اور جُبہ بھی دے دیا۔ اس تفویض سے سلیم نہ صرف اُن وسیع ممالک ہی میں جن کو اُس نے فتح کیا تھا سلطنت اسلام کا ظاہری و دنیوی سردار ہو گیا بلکہ جہاں کہیں مذہب اسلام کے پکے معتقد موجود تھے ان کے نزدیک مذہب اسلام کا مقدس پیشوا بن گیا ایران کے شیعہ اس کے منصب کو قبول نہ کریں مگر ہندوستان ایشیا و افریقہ کے اُن تمام حصوں میں جہاں خلافت کا ہونا لازمی مانا گیا تھا وہ اس وقت مذہب اسلام کا صدر اعلیٰ اور خلفاء کے سلسلہ دراز کے روحانی و مذہبی اختیار و اقتدار کا جانشین تسلیم کر لیا گیا" مسٹر ولفرو بلنٹ "فیوچر آف اسلام" میں تحریر کرتے ہیں۔ "حنفیوں کے علاوہ ان کو مالکی و شافعی بھی اب صدق دل سے خلیفۃ الاسلام تسلیم کرنے لگے ہیں اور وہ سلطان المعظم کے اشاروں پر حرکت کر رہے ہیں۔ مصر میں

بھی سلطان المعظم کو اس بارہ میں معقول کامیابی حاصل ہو گئی ہے
اور ہندوستان کے مسلمان ہر جگہ ان کے لئے مساجد میں علانیہ
دعائیں مانگتے ہیں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں
سلطان ٹرکی کو جو تمام یورپ کو آج دھمکیاں دے رہا ہے اور
تمام مسلمانان عالم کا دینی سلسلہ لا رہونے کی حیثیت سے
دفعتہً ان کو آمادہ جہاد کر سکتا ہے اپنا حقیقی دینی پیشوا تسلیم
کرتے ہیں،،

خلافت اور جدید ہندوستان

جب آخری عالمگیر، آتش افروز اور پنج سالہ جنگ میں ترک شریک ہوئے تو برطانوی مدبرین نے حقیقت حال مخفی رکھنے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو فریب دینے کی غرض سے دل خوش کن وعدوں اور اعلانوں کا طومار باندھ دیا۔ مسٹر اسکوئیتھ سابق وزیر اعظم نے ۱۲۔ نومبر ۱۹۱۴ء کو گلڈ ہال میں ترکوں سے اعلان جنگ پر تقریر کرتے ہوئے کہا "سلطان المعظم کی مسلم رعایا سے ہماری کوئی جنگ نہیں۔ ہمارے ملک معظم کے زیر حکومت لاکھوں مطیع اور فرماں بردار مسلمان رہتے ہیں اور یہ ہم لوگوں سے بعید ہے کہ ان کے مقدس مقامات اور اُن کے مذہب کے خلاف اعلان جہاد کریں ہم لوگ اسلامی مقدس مقامات کی مدافعت کے لئے مستعد ہیں اور اُن کے قیام کے لئے حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوں گے۔"

لارڈ کریو نے ۱۴۔ نومبر ۱۹۱۴ء کو دارالامراء میں اسلام کی بقاء حرمت اور مقامات محترمہ کی مدافعت کا وعدہ کیا۔ مسٹر لائڈ جارج موجودہ وزیر اعظم نے ۱۵۔ جنوری ۱۹۱۸ء کو بیان کیا کہ "ہم اس لئے نہیں لڑ رہے ہیں کہ ٹرکی کو اُس کے دارالسلطنت یا

ایشیائے کوچک اور قبرص کی زرخیز و مشہور زمینوں سے
جہاں زیادہ تر ترکی قوم کے لوگ آباد ہیں محروم کر دیں" اور
اس سے مسلمانانِ ہندوستان کو مطمئن کرنے کے لئے صاف
طور پر کہا کہ "میں یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ جو
کچھ آج میں آپ سے یا آپ کی معرفت دنیا سے کہہ رہا ہوں
اس میں نہ صرف گورنمنٹ بلکہ قوم اور بہ حیثیت مجموعی سلطنت
کے دل کی بات کہہ رہا ہوں" سادہ لوح، غافل، اور نادان
مسلمان اس پیش بندی و عیّاری کو نہ سمجھے اور ان پُر فریب
وعدوں پر بھولے رہے۔ انہوں نے برطانیہ کو قرضۂ جنگ دیا،
بے شمار روپیہ چندہ میں گورنمنٹ کو پہنچایا، انتہا یہ کہ اپنے
کثیر التعداد بہادر جوان میدانِ جنگ میں بھیجے۔ اس سے
دول یورپ اور خاص انگلستان کو پوری اور کافی امداد
پہنچی۔ اگر ہندوستان ایسی عظیم اعانت نہ کرتا تو برطانیہ
کو جان بچانا مشکل ہو جاتی جس کا اقرار و اعتراف خود اہل حکومت
کو بھی ہے۔ لیکن جب ہندیوں بالخصوص مسلمانوں کی زبردست
مالی و جانی قربانیوں کے سبب برطانیہ اس آتش فشاں اور
شعلہ انگیز جنگ سے صحیح و سلامت نکل آئی تو حالات میں یکایک
انقلاب پیدا ہو گیا، واقعات کی کایا پلٹ ہو گئی اور گزشتہ

تمام وعدے فرضی و فریب محض ثابت ہوئے۔ یعنی پیرس میں مجلس صلح منعقد ہوئی اور برطانیہ کے سیاسی و غیر سیاسی حلقوں سے باب عالی کے متعلق یہ آواز بلند ہونے لگی کہ "عراق پر انگلستان کا قبضہ ہو، عرب اور فلسطین آزاد ہو اور اس کی حکم برداری برطانیہ کو ملے، شام پر فرانس کا قبضہ رہے، عدالیہ اور کے نواح اٹلی کو دیئے جائیں، سمرنا وغیرہ پر یونان قابض ہو، آرمینیا آزاد کیا جائے اور اس کی حکم برداری امریکہ کو دی جائے، سب سے بڑھکر یہ کہ خاص دار الخلافۃ قسطنطنیہ اور بقیہ یورپین ترکی بین الاقوامی بنا دیا جائے" گویا واحد اسلامی مغربی سلطنت عثمانیہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے دول یورپ میں تقسیم ہو جائے اور دار الخلافۃ نیز دیگر محترم و مقدس مقامات کی دینی حرمت و عظمت کو مٹا دیا جائے۔ جب یہ غیر منصفانہ، ظالمانہ اور خلاف قول و قرار تشریں سے ہونے لگے، ایسی نیا ہوکن شرائط صلح پیش کی جانے لگیں، اس قسم کی خلاف دیانت و انسانیت تجویزیں ظاہر کی گئیں تب مسلمان چونکے، اس وقت ہندوستانی خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور ملک و قوم کی آنکھیں کھلیں۔ جا بجا ملکی و مذہبی مجالس منعقد کی گئیں، مرکزی مجلس خلافت ہند قائم ہوئی، اور گورنمنٹ کے اس بے رحمی و نا انصافی

کے رویّہ پر اظہار افسوس و نفرت کیا گیا ۔ ہر ممکن و جائز تدبیر سے حکومت برطانیہ کو توجہ دلائی گئی کہ "خلافت عثمانیہ جو مذہبی حیثیت سے تمام مسلمانوں کی مرکزی اور واحد طاقت ہے اُس کے تجزیہ و تقسیم کو اہل اسلام ہرگز گوارا نہیں کر سکتے خدانخواستہ اُس کی تباہی و بربادی کو اپنی آنکھوں سے کسی حالت میں نہیں دیکھ سکتے ہم گورنمنٹ کو خیر خواہی و وفاداری کی حیثیت سے اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ وہ مسلمانانِ عالم بالخصوص اپنے وفادار مسلمانانِ ہندوستان کے مذہبی جذبات کو پامال نہ کرے اور خلافت اسلامیہ عثمانیہ کے ساتھ مناسب و نرم شرائط پر صلح کرے ۔ موجودہ شرائط سراسر ناانصافی پر مبنی ہیں اس لئے یہ قبول نہیں کئے جا سکتے ۔ حکومت کو اپنے مسلسل و پیہم وعدوں کا ایفا کرتے ہوئے ایسے طریقے پر مصالحت کرنی لازم ہے جس میں جزیرۃ العرب، عراق، شام اور دارالخلافۃ غیر مسلم قبضہ یا حکم برداری سے بالکل محفوظ رہے" ایک وفد مولوی محمد علی صاحب کی سرکردگی میں انگلستان کو روانہ کیا گیا جس کے اراکین نے مسئلہ خلافت کی تبلیغ و اشاعت نہایت کوشش کے ساتھ کی، اہل یورپ ۔ مدبرین برطانیہ اور حکومت کے وزراء پر خلافت کی اہمیت بخوبی ظاہر کر دی ۔ دول متحدہ کے

پیش کردہ شرائط کے مضر و مہلک نتائج و اثرات سے ارباب
بست وکشاد کو بخوبی آگاہ کر دیا اور الحمدللہ کہ بعض منصف مزاج
اور غیر متعصب یورپین اشخاص کو اپنا ہم خیال وہمدرد بھی بنا لیا۔
ادھر حضرت مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے ایک فتوی
مرتب کیا جس پر ہندوستان کے جملہ مشاہیر علماء کرام کی تحریرات
دستخط، اور مواہیر ثبت تھیں۔ ان کا ملخص یہ ہے کہ "(۱)
امام و خلیفۃ المسلمین کا نصب و تعیین مسلمانوں پر واجب ہے
جس کا ثبوت حدیث اور اجماع و تعامل صحابہ کرام سے ہوتا ہے۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مات بلا امام
مات موتۃ الجاھلیۃ ۔ اصحاب کرام نے حضرت ابو بکر
کے خلیفۃ المسلمین بنانے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
دفن پر مقدم رکھا اور اس وقت سے برابر اس پر اہل حق کا
تعامل و اجماع رہا ہے کہ ہر زمانہ میں خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔
خلافت کے لئے قرشیت شرط ہے لیکن اگر کسی قریشی کو غلبہ
نہ ہو یعنی کوئی قریشی ذی اقتدار نہ ہو اور امت کسی غیر قریشی
کو بضرورت خلیفہ تسلیم کرلے تو وہ یقیناً خلیفہ ہو جائے گا۔
نیز ارباب حل و عقد امور خلافت سے باخبر غیر قریشی کو اس وجہ
سے خلیفہ بنا سکتے ہیں کہ وہ دیگر شرائط ضروریہ خلافت کا جامع ہے

اور کوئی قریشی ایسا نہیں پایا جاتا جیسا کہ کتب معتبرہ میں تصریح سے لکھا ہے۔ خلافت عباسیہ کے بعد خلافت عثمانیہ کو مستند علماء نے تسلیم کیا ہے۔ خلیفہ پر خروج یا اُس سے بغاوت قطعاً حرام ہے بالخصوص جبکہ اس فتنہ سے بلاد اسلامیہ خصوصاً حرمین طیّبین پر کفار کے تسلط کا خوف ہو۔ ایسے باغی کا دفع وقتال خلیفہ پر لازم اہلِ اسلام پر خلیفہ کی اطاعت واعانت اور باغی کی مدافعت واجب ہے (۲) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو) جزیرۃ العرب وہ سرزمین ہے جو بحر ہند، بحر احمر، بحر شام اور دجلہ وفرات سے محدود ہے (۳) غیر مسلم ممالک اسلامیہ پر حملہ آور ہوں اور وہاں کے لوگ دفاع کی قدرت نہ رکھیں یا خود نہ کریں تو ان اہلِ اسلام پر دفاع ضروری ہے جو اُن سے قریب ہوں اور وہ بھی نہ کریں تو درجہ بدرجہ شرقاً غرباً عامہ اہلِ اسلام پر کفار کی مدافعت فرض ولازم ہے" مولانا نے یہ صاف وصریح اور زبردست فتویٰ اپنے ایک خط کے ساتھ وائسرائے ہند کے پاس ارسال کردیا تاکہ مدبّرین برطانیہ مسلمانوں کے مذہبی فرائض سے آگاہ ہوجائیں۔ اور شرائط صلح میں ان کا

لحاظ کریں۔

وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ کے پاس ایک درخواست بھی جملہ معزز و مقتدر مسلمانوں کی طرف سے روانہ کی گئی جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔

حضور والا!

ہم دستخط کنندگان مسلمانوں کی کثیر آبادی کی رائے کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہم نے بہت غور سے ترکی شرائط صلح کا مطالعہ کیا ہے اور ہمارے خیال میں یہ شرائط مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے بالکل منافی ہیں ان سے سنیوں کے عقائد کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ تمام مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کرنے والی ہیں۔ یہ شرائط برطانوی وزراء کے وعدوں کے بھی صریحاً خلاف ہیں اور خود وزراء نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انہیں وعدوں کی بناپر ہم مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کر سکے۔ ہمارا مدعا یہ ہے کہ سلطنت برطانیہ کو جو دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے ترکی کے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا چاہئے جو ایک مغلوب دشمن کے ساتھ کر سکتی ہے کیونکہ سلطنت ترکی خلافت کے فرائض انجام دیتی ہے۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض پہلوؤں سے ترکی کے ساتھ اور سلطنتوں سے

بھی بدتر سلوک کیا گیا ہے - ہم نہایت ادب کے ساتھ عرض
کرتے ہیں کہ برطانوی گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ترکی کے ساتھ برتاؤ
کرنے میں ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ رکھے
جو یکسر بجا اور حق بجانب ہیں - ہماری رائے میں مسلمانوں
کا یہ رویّہ بالکل صاف ہے - وہ اس خیال کو دل میں نہیں
لاسکتے کہ سلطان کی دنیوی طاقت کو ایسے حالات میں جن کا
بیان کرنا یہاں ضروری نہیں جرمنی کے ساتھ شریک جنگ
ہونے کی پاداش میں کوئی نقصان پہنچے - لیکن ہم کسی ایسے
امر کا مطالبہ نہیں کرتے جو اصول حکومت خود اختیاری میں
خلل انداز ہو - ہم ترکی میں اس بدامنی کے خواہاں نہیں جو
وہاں بتائی جاتی ہے - ہمارے نمایندوں نے جو یورپ میں
کام کر رہے ہیں اس بیباکانہ سفاکی کے الزامات کو جو آرمینیا
میں ترکی سپاہ پر عائد کئے گئے ہیں غیر جانبدار کمیشن کے
ذریعہ تحقیق کرانے کی درخواست کی ہے - ہم سلطنت ترکی
کے اس تجزیہ کو بھی دیکھکر خاموش نہیں رہ سکتے جو محض تعزیر
و تذلیل کے خیال سے کیا جارہا ہے - لہذا ہم حضور سے اور
حضور کی گورنمنٹ سے ملتجی ہیں کہ آپ ملک معظم کے وزراء
سے شرائط صلح پر نظر ثانی کرنے کے لئے کہیں اور یہ بھی جتادیں

کہ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو آپ ہندوستان کے ساتھ ہو جائیں گے۔
ہم بہ رائے اس لئے حضور کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ آپ
متعدد مرتبہ فرما چکے ہیں کہ آپ اور آپ کی گورنمنٹ کثیر التعداد
مسلمانوں کے اس اہم مسئلہ کو وزراء ملک معظم کے بار بار گوش گزار
کر تی رہی ہے۔ ہمارے خیال میں ہمیں حق حاصل ہے کہ حضور
سے درخواست کریں کہ آپ مسلمانان ہند کو ایک مرتبہ اور
اس امر کا یقین دلا دیں کہ آپ کی یہ قومی ہمدردی اور عملی
طرف داری مطالبات کے حصول میں مسلمانوں کے ساتھ ہی
اور اگر وزراء ملک معظم اپنے مواعید اور ہمارے جذبات کے
مطابق شرائط صلح پر نظر ثانی نہ کر سکے تو حضور اپنے اس عہدۂ
عالیہ سے مستعفی ہو جائیں گے۔ ہم نہایت ادب سے عرض
کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ اگر آج ہندوستان کو حکومت
خود اختیاری حاصل ہوتی تو ہمارے تمام ذمہ دار وزراء اس
صریح عہد شکنی اور مذہبی عقائد کی تضحیک کے خلاف صدائے
احتجاج بلند کرتے ہوئے یقیناً مستعفی ہو جاتے اگر بدقسمتی سے
حضور ہماری اس رائے کو تسلیم نہ کر سکے تو ہم مجبور ہوں گے کہ
یکم اگست سنہ ۱۹۲۰ء سے گورنمنٹ کے ساتھ عدم تعاون شروع
کر دیں اور اپنے ہم مذہبوں اور ہندو بھائیوں کو بھی اپنا شریک بنا

بنائیں۔ ہم حضور سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے بیان کو دھمکی یا
بے ادبی پر محمول نہ کیا جائے۔ ہم تاج برطانیہ کے اتنے ہی
وفادار ہیں جتنے اور ہندوستانی۔ مگر ہم دنیوی حکمران کی
وفاداری کو اسلام کی وفاداری کے تابع سمجھتے ہیں۔ ہر مسلمان کا
یہ اسلامی فرض ہے کہ جو لوگ خلیفہ کی شخصیت کو نقصان پہنچانے
کی کوشش کریں اُن کو اسلام کا دشمن سمجھے اور اگر ضرورت پڑے
تو ہتھیاروں سے بھی مدافعت کرے۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر ہم
صاحبِ قوّت بھی ہوتے تو جب تک اور ذرائع کو کام میں لا سکتے
اسلحہ سے کام نہ لیتے۔ ہمارے خیال میں موجودہ صورت میں ایک
مسلمان کم از کم جو کچھ کر سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ان لوگوں کی
امداد سے دستکش ہو جائے جو خلافت کو بالکل معدوم کرنے کی
کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہمارا یہ ناگوار فرض ہوگا کہ ایسی گورنمنٹ
کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دیں جو شرائط صلح کو منظور کرے
اور ہمیں بھی ان کے تسلیم کرنے کی ترغیب دے۔ ہم امید کرتے
ہیں کہ معاملہ اس حد تک نہیں پہنچے گا کہ عدم تعاون اختیار کرنا
پڑے لیکن اگر ایسا کرنا پڑا تو ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ فساد کو
روکنے کی بے انتہا کوشش کریں گے ہم اپنی ذمہ داری کو خوب
سمجھتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ فساد سے ہماری پُر امن

مجوزہ تجاویز اور اس مقدس مسئلہ کو نقصان پہنچے گا جو ہمیں جان
سے زیادہ عزیز ہے۔ اس لئے ہم ترک موالات بتدریج کریں گے
تاکہ جہاں تک ہو سکے گورنمنٹ کو بھی کم پریشانی ہو اور ہم بھی
عوام کے جذبات پر قابو رکھ سکیں۔

از دفتر الجمعیۃ المرکزیۃ الہندیہ للخلافۃ الاسلامیہ بمبئی

مورخہ ۲۲۔ جون ۱۹۲۰ء

اس درخواست پر ہندوستان کے ہر صوبہ و گوشہ کے نامور اور معزز اصحاب
کے دستخط ہیں جن کی تعداد ایک[1] سو ایک تک پہنچتی ہے۔ برادرانِ
وطن اور ہنود نے بھی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور
وہ بھی مسئلہ خلافت کے مطالبات میں ہم آہنگ ہو کر تحریک
ترک موالات پر عمل کرنے کو مستعد ہو گئے چنانچہ گاندھی جی نے
بھی (جو ایک مشہور لیڈر اور برادرانِ ملک کے مسلّم قائم مقام
ہیں) اسی تاریخ کو وائسرائے ہند کے نام ایک عرضداشت
روانہ کی جس کا مضمون یہ ہے۔

حضور والا!

ایک حد تک حضور کا معتمد علیہ اور سلطنت برطانیہ کا جاں نثار
ہونے کی حیثیت سے میرا فرض یہ ہے کہ میں مسئلہ خلافت کے
متعلق اپنے تعلق و طرزِ عمل کا اظہار آپ کی اور آپ کی وساطت

سے وزراء ملک معظم کی خدمت میں بوضاحت کردوں۔ جنگ کے ابتدائی زمانہ ہی سے جبکہ میں لندن میں ہندوستانی طبی رضاکاروں کی جمعیت مرتب کر رہا تھا تو میں نے مسئلہ خلافت میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی جب ترکی نے اپنی قسمت جرمنی کے ساتھ وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو میں نے محسوس کیا کہ اس سے مسلمانوں کی وہ مختصر جماعت جو اس وقت لندن میں موجود تھی کس درجہ زیادہ متاثر ہوئی۔ جب میں جنوری سنہ ۱۹۱۵ء میں ہندوستان پہنچا تو جن مسلمانوں سے میں ملا ان کو بھی فکر و اضطراب میں غرق پایا اور جب ترکی کے متعلق خفیہ معاہدوں کا راز فاش ہوا تو اس سے ان کے فکر و تردد میں شدید اضافہ ہو گیا۔ ان کے قلوب برطانوی ارادوں کے متعلق بے اعتمادی سے لبریز ہو گئے اور یاس و نا امیدی ان پر طاری ہو گئی۔ اس حالت میں بھی میں نے اپنے مسلمان دوستوں کو یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ مایوس نہ ہوں اور بیم و ہراس کا اظہار متحدہ نظم و نسق کے ساتھ کریں۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گزشتہ پانچ سال کے زمانے میں تمام مسلمانانِ ہند نے عجیب و غریب ضبط سے کام لیا اور ان کے لیڈروں نے اپنی قوم کے شوریدہ سر لوگوں کو پورے طور پر قابو میں رکھا۔ شرائط صلح اور حضور کی جانب سے ان شرائط صلح کی حمایت نے مسلمانوں کے قلوب کو ایسا صدمۂ عظیم

پہنچا یا ہے کہ اب ان کا سنبھلنا مشکل ہوگا۔ ان شرائط سے وزرائے برطانیہ کے وعدوں کی صریح خلاف ورزی ہوتی ہے اور جذبات اسلامی کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ایک ایسا راسخ العقیدہ ہندو ہونے کی حیثیت سے جسے اپنے مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ شفقت و محبت کے ساتھ رہنا منظور ہے میرا یہ خیال ہے کہ اگر میں نے اس مشکل ترین وقت میں انکا ساتھ نہ دیا تو میں ہندوستان کا نہایت نالائق فرزند کہلانے کا مستحق ہونگا۔ میری حقیر رائے میں مسلمانوں کا معاملہ حق بجانب ہے ان کا مطالبہ یہ ہے کہ اگر ہمارے جذبات کا لحاظ منظور ہے تو ٹرکی کو سزا نہ دی جائے مسلمان سپاہی اس لئے نہیں لڑے تھے کہ اپنے خلیفہ کو سزا دیں یا اس کے ملک کو چھین لیں۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں مسلمانوں کا طرز عمل یکساں رہا ہے۔ جس سلطنت کا میں وفادار ہوں اس کا مجھپر فرض ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کے متعلق جو ظالمانہ تشدد کیا گیا ہے اس کی مخالفت کروں۔ جہاں تک مجھے علم ہے برطانوی عدل اور قول و قرار سے ہندو مسلمانوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے اور ہنٹر کمیٹی کے (انگریز) ممبران کی رپورٹ جو عنصر غالب پر مشتمل ہے۔ نیز حضور کے تائیدی مراسلہ اور مسٹر مانٹیگو کے جواب نے اس بے اعتمادی میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے

ان حالات میں مجھ جیسے شخص کے لئے یا تو یہ راستہ ہی کہ مایوس ہو کر حکومت برطانیہ سے تمام تعلقات منقطع کر لوں اور یا اگر اب بھی دوسرے مروجہ آئینوں پر برطانوی آئین حکومت کے روایتی تفوق کا کچھ بھی خیال میرے دل میں باقی ہے تو ایسے وسائل اختیار کروں جو ظلم کا مداوا کر کے دوبارہ اعتماد قائم کر دیں۔ برطانوی قانون کے اس روایتی تفوق سے ابھی میرا اعتماد بالکل مفقود نہیں ہوا لہذا مجھے امید ہے کہ اگر ہم میں مصائب برداشت کرنے کی کافی قوت ہے تو اب بھی کسی نہ کسی طرح انصاف حاصل کیا جا سکے گا۔ برطانوی آئین کے متعلق میرا خیال یہ ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو خود بھی اپنی مدد کرنے کو تیار ہیں مجھے یہ یقین نہیں کہ یہ آئین کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے بلکہ یہ طاقتوروں کو اپنا زور برقرار رکھنے اور اسے بڑھانے کا آزادانہ موقع دیتا ہے اور کمزور اس سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ برطانوی آئین سلطنت پر مجھے اعتماد تھا لہذا میں نے اپنے مسلمان احباب کو مشورہ دیا ہے کہ وہ حضور کی گورنمنٹ کے ساتھ اپنی اعانت ترک کر دیں اور اگر برطانوی وزراء کے وعدوں اور جذبات اسلامی کے مطابق شرائط صلح پر نظر ثانی نہ کی جائے تو ہندو بھی مسلمانوں کے شریک ہو جائیں۔ اس

صریح بے انصافی کے خلاف جس کے وزراء ملک معظم گو بانی نہ ہوں لیکن شریک قطعاً ہیں مسلمانوں کے شدید ترین اظہار ناراضی کے حسب ذیل تین راستے ہیں۔

(۱) کشت و خون کرنا۔

(۲) اعلیٰ پیمانہ پر ہجرت کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔

(۳) گورنمنٹ کے ساتھ عدم تعاون (نان کوآپریشن) پر عمل کر کے اس بے انصافی میں شرکت نہ کرنا۔ حضور والا کو معلوم ہوگا کہ ایک وقت میں بہادر ترین مگر نا عاقبت اندیش مسلمان کشت و خون کے حامی تھے اور نیز یہ کہ اب بھی صدائے ہجرت پر لبیک کہنے کو لوگ تیار ہیں لیکن میں یہ دعوے کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ بہترین استقامت و معقول دلائل کے ساتھ میں کشت و خون کے طرفدار فرقہ کو اپنے راستہ سے باز رکھنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ میں اس امر کا معترف ہوں کہ یہ فرقہ اخلاقی بنا پر اس کشت و خون سے باز نہیں رہا بلکہ اس لئے کہ یہ اس کے نزدیک زیادہ مفید نہ تھا۔ تاہم اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خواہ عارضی طور پر سہی لیکن کشت و خون رُک گیا ہے اور طرفداران ہجرت کی عملی سرگرمی اگر بند نہیں ہوئی ہے تو سست ضرور ہوگئی ہے۔ اگر لوگوں کے سامنے ایک ایسی

عملی تجویز پیش نہ کی جاتی جس کو وہ خود کر سکتے ہوں اور جس میں کافی ایثار سے کام لینا پڑے نیز اس میں کامیابی بھی یقینی ہو بشرطیکہ تمام قوم اس پر عمل کرے تو میرا یہ اعتقاد ہے کہ کسی قسم کی تعزیری سزائیں کشت و خون کے شعلہ جوالہ کو نہ بجھا سکیں۔ اس قسم کی عملی کارروائی کے لئے صرف عدم تعاون (نان کوآپریشن) ہی ایک معقول و آئینی صورت تھی کیونکہ ازل سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر حاکم برے طریقہ سے رعایا پر حکومت کرے تو رعایا کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی امداد سے دست بردار ہو جائے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ عدم تعاون (نان کوآپریشن) کی تجویز پر کثیر التعداد عوام کے کاربند ہونے سے اہم خطرات پیش آنے کا احتمال ہے لیکن ایسے نازک وقت میں جیسا کہ مسلمانانِ ہند پر آ گیا ہے کوئی ایسی تجویز ناممکن ہے جو خطرہ سے خالی ہو اور اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے۔ اس وقت اگر تھوڑے سے خطرہ کے خیال سے خاموشی اختیار کی گئی تو آئندہ عظیم الشان خطرات کو دعوت دینا پڑے گی بلکہ نظام و قوانین بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے تاہم اب بھی عدم تعاون سے بچنے کی ایک صورت موجود ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی عرضداشت میں درخواست کی گئی ہے کہ حضور اس ہنگامہ کی رہنمائی فرمائیں جیسا کہ آپ کے ممتاز پیش رو

نے جنوبی افریقہ کے ہنگامہ میں کی تھی لیکن اگر حضور یہ راستہ اختیار نہ کر سکے اور عدم تعاون کی شدید ضرورت پیش آئی تو مجھے امید ہے کہ حضور میرے اور ان لوگوں کے متعلق جو میرے مشورے پر عمل کر رہے ہیں کم از کم اس قدر تسلیم فرمائیں گے کہ ہم نے مجبوراً اپنے ضروری فرض کے اہم ترین حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے۔

۲۲ - جون سنہ ۱۹۲۰ء

حضور کا تابعدار - ایم کے گاندھی

گورنمنٹ ہند کو اسلامی جذبات اور ہندوستانیوں کے مطالبات سے مطلع کرنے کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانانِ ہند کو بھی خلافت مقدسہ و مقامات محترمہ کے بقاء احترام میں سعی بلیغ کرنے، اپنے مطالبات پر مضبوطی سے قایم رہنے، اور ان کے خلاف شرائط صلح طے کرنے کی صورت میں عدم تعاون، ترک موالات اور حکومت سے قطع تعلقات کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی نیز نان کو آپریشن کی تحریک اور مسٹر گاندھی کے بعض فقرات پر اہل اسلام کو جو کچھ شبہات و شکوک ہو سکتے تھے اُن کا دفعیہ کر دیا گیا۔ چنانچہ مرکزی خلافت بمبئی کی طرف سے تحریر

شائع ہوئی۔

مسلمانانِ ہند سے ضروری درخواست

ظاہر ہے کہ موجودہ وقت ہر مسلمان کے لئے سخت آزمائش وامتحان کا وقت ہے۔ اس وقت مظلوم اسلام کی پکار اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلام کا ہر بچّہ جس قدر ایثار وقربانی کرسکتا ہے وہ کرے۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے بہت غور وفکر کے بعد ترک موالاۃ کی راہ عمل طے کی ہے اور وہ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں ہر قسم کی امداد واعانت کی طالب ہے۔ ہم خدا اور اس کے مقدّس رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر یہ چاہتے ہیں کہ تمام مسلمانانِ ہند ہر قسم کی قربانیاں کرکے اس تحریک کو کامیاب بنائیں۔ چندہ دیں، وقت صرف کریں، نوکریاں چھوڑیں، اعزازات واپس کریں غرض مالی ونفسانی قربانیاں جس قدر ہوسکتی ہیں وہ کریں لیکن بااین ہمہ ہمارا یہ مقصد نہیں کہ اگر مسلمانوں کی کوئی مبارک جماعت ترک موالاۃ سے زیادہ ایثار وقربانی اپنے مذہبی احکام کے مطابق کرسکتی ہے تو وہ نہ کرے یہاں تک کہ خود گاندھی جی کی بھی رائے ہے جو اس تحریک کے منتظم اور ممتاز رکن ہیں۔ گاندھی جی نے ۲۲۔ جون کو جو خط ہز اکسلنسی والسرائے

کے نام تجویز کیا ہے اس کے بعض جملوں سے بعض اسلامی حلقوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں یا پیدا ہو سکتے ہیں کہ گاندھی جی ہجرت وغیرہ مذہبی احکام کے مخالف ہیں اور وہ ترک موالاۃ کے پردہ میں ان کو روکنا چاہتے ہیں۔ میں نے خود اس کے متعلق گاندھی جی سے گفتگو کی ہے اور پہلے سے بھی خیالات معلوم تھے انہوں نے قطعاً اس سے انکار کیا اور صاف صاف اپنا منشا ظاہر کر دیا کہ "میں مسلمانوں کو ان کے مذہبی احکام پر عمل کرنے سے روکنا نہیں چاہتا - ہاں ایک متحدہ راہ عمل میں نے مقرر کر لی ہے جس پر میں چاہتا ہوں کہ مسلمان بھائیوں کی طرح ہندو چلیں اور انصاف کو مرنے سے بچا لیں لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ جب تک کوئی اور تحریک بااتفاق فیصلہ سے طے نہ ہو سب لوگ اسی تحریک پر عمل کریں تاکہ خیالات و قوت منتشر نہ ہو اور پوری طاقت سے ایک تحریک کامیاب ہو سکے۔ اگر اس میں ناکامی ہوئی تو مسلمان مختار ہیں کہ وہ اپنے مذہبی احکام پر جس طرح چاہیں عمل کریں" ترک موالاۃ کی تجویز دستور کے وقت بھی گاندھی جی نے یہی فرمایا تھا اور اب یقین ہے کہ اس مزید تصریح کے بعد ہر شخص کے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ اب ہر متنفس کا فرض یہ ہے کہ وہ کامل جد و جہد

اور کافی استقلال و طاقت کے ساتھ ترک موالات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ گاندھی جی اوائل جولائی سے ہمارے ساتھ دفتر خلافت میں مقیم ہیں تاکہ ہمارے ساتھ رہکر کامل انہماک اور پوری قوت سے ترک موالاۃ کو کامیاب بنائیں۔ گاندھی جی کا مسئلہ خلافت میں یہ شغف اور اپنے پورے وقت اور قوت کو صرف فرمانا یقیناً ہر مسلمان کے لئے موجب شکریہ ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی مزید تقویت کا باعث ہوگا۔ اب ہم تمام فرزندانِ اسلام اور برادران وطن کا فرض ہے کہ وہ غیر متزلزل طاقت کے ساتھ ترک موالاۃ پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ آپ کے دستخط کے لئے ترک موالاۃ کا عہدنامہ ارسال خدمت ہے امید کہ آپ اُس کی خانہ پُری کرکے اسلام کی ایک ضروری خدمت انجام دیں گے اور اپنی شرکت سے اس تحریک کو کامیاب بنائیں گے۔

شوکت علی خادم کعبہ آنریری سکرٹری مرکزی خلافت کمیٹی

بمبئی

۳۔ جولائی ۱۹۲۰ء

اسی اثنا میں حضرات علماء کرام کی خاص انجمنیں بھی بنگال، بہار، صوبہ متحدہ اور دار السلطنت دہلی میں "جمعیۃ العلماء"

کے نام سے قائم ہوگئیں جنھوں نے تمام اہلِ ہند کی متفقہ آوازمیں شریک ہونے کے علاوہ مخصوص شرعی نقطۂ نظر سے مذہبی احکام کی تبلیغ واشاعت شروع کردی اور مسئلہ خلافت وبقائے اقتدار خلیفۃ المسلمین کی اہم دینی حیثیت سے حکومت کو بخوبی مطلع کردیا۔ لیکن افسوس ہزار افسوس کہ گورنمنٹ نے ۳۳ کروڑ وفادار ہندوستانیوں کی درخواست پر مطلق توجہ نہ کی۔ اُن کی چیخ پکار کی قطعاً پرواہ نہ کی اور اُن کی درد بھری آواز کو پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہ دی مظلوم ترکوں اور بے دست وپا خلیفۃ المسلمین کے ساتھ ظالمانہ وجابرانہ شرائط صلح میں اپنے خلاف انصاف روش کو ذرا بھی نہ بدلا۔ اہل ہند نے اپنا فرض ادا اور حجت تمام کرنے کے بعد حسب اعلان یکم اگست ۱۹۲۰ء سے ترک موالات پر سرگرمی سے عملدرآمد شروع کردیا جس کی ابتدا یوں کی گئی کہ اُس روز تمام ہندوستان میں بازار اور جملہ کاروبار بند کردئیے گئے نہایت امن وسکون سے حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور سلطان اسلام کی اقتدار اور ممالک اسلامیہ مقدسہ کی آزادی کے لئے دربار احدیت میں دعا مانگی گئی۔ اس کے بعد یہ کوشش کی گئی کہ حکومت سے ہر قسم کے تعلقات بالکل منقطع کرلئے جائیں۔ یعنی سرکاری ملازمت (خصوصاً فوج اور پولیس) اور نیز وکالت ترک کردی جائے۔ خطاب اور اعزازی عہدے

اور سندیں واپس کی جائیں۔ کالجوں اور مدرسوں میں سرکاری
امداد و اعانت لینے سے انکار کردیا جائے اور کچہریوں میں مقدمات
دائر نہ کئے جائیں۔ ہجرت کے متعلق بھی آواز اٹھائی گئی۔
آزاد کالج اور اسکول کھولنے، قومی عدالتیں اور پنچائتیں قائم کرنے
کی ترغیب دلائی گئی۔ خلافت کمیٹی نے اپنی امکانی کوشش
صرف کی اور ملک و قوم کے معزز رہنما اس تحریک کی اشاعت کے
لئے کمربستہ ہوگئے جنہوں نے اپنے آپ کو دن رات اسی کار خیر
کے واسطے وقف کردیا تحریر و تقریر کے ذریعہ سے اہل ہند کو بیدار
اور مسئلہ خلافت کی اہمیت و ضرورت سے آگاہ کرنا شروع کردیا
کثیر التعداد کتب و رسائل بھی شائع کئے گئے دینی احکام اور مذہبی
فتاویٰ کی اشاعت کی گئی۔ جمعیۃ علمائے ہند منعقدہ دہلی کے
اجلاس میں مشہور فتویٰ مرتب کیا گیا جس پر اقطار و اطراف ہند
کے مقتدر و نامور ۴۷۴ علمائے کرام کے دستخط ہیں۔ یہاں
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خلاصہ ناظرین کی آگاہی کے
لئے لکھدیا جائے۔ وہو ہذا۔
(۱) لفظ موالات اصطلاح شرع میں بمعنے محبت (دوستی)
و مناصرت (باہمی امداد) مستعمل ہوتا ہے۔ اعدائے دین
سے موالات باعتبار دونوں معنے کے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

دشمنانِ اسلام سے مطلقاً موالات رکھنے سے منع فرمایا ہے
ظاہراً ہو یا باطناً۔ بالاجرت ہو یا بلا اجرت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم
من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن
یتولھم فاولئک ھم الظلمون ۞ ترجمہ "جن کافروں نے
دین کے معاملہ میں تم سے قتال کیا تم کو اپنے ممالک سے بےدخل
کر دیا اور تمہارے اخراج میں مدد دی اُن سب سے دوستی اور
باہمی امداد کرنے سے خدا تم کو روکتا ہے اور جو لوگ ایسے
کفار سے موالات رکھیں وہ سب ظالم ہیں" جو مسلمان
باوجود واقفیت اس مسئلہ کے اُن سے موالات رکھے سخت
گنہگار اور بہ الفاظ قرآن کریم ظالم ہوگا (۲) گورنمنٹ ہند کی
کونسلوں کی ممبری، پیشہ وکالت ومختار کاری وغیرہ، سرکاری
یا نیم سرکاری کالجوں اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنا یا بچوں کو تعلیم
دلانا، گورنمنٹ سے تعلیم میں مدد لینا، آنریری مجسٹریٹی وخطاب
گورنمنٹ قبول کرنا یہ ساری چیزیں موالات میں داخل ہیں
کیونکہ ان سے ظاہرا حکومت کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے
اور باطناً امداد بھی۔ اس لئے بنا بر حکم ترک موالات ان امور
سے علیحدگی واجب۔ اس کے علاوہ دیگر مفاسد کی بنا پر بھی

ان سب کا ترک کرنا واجب ہے۔ ترک کونسل کے وجوہ حسب ذیل ہیں۔

(الف) کونسل قانونی ہو یا انتظامی اس کا مقصد نظام حکومت کا استحکام و انصرام ہے جو کھلّم کھلّا حکومت کی معاونت ہے۔

(ب) کونسل میں اکثر غیر شرعی قانون وضع کئے جاتے ہیں جن کی تحریک یا تائید یا اس پر سکوت باوجود قدرت مخالفت کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ و ان لم یستطع فبلسانہ و ان لم یستطع فبقلبہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص تم میں سے بری بات دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دور کردے اور یہ نہ کرسکے تو زبان سے اور یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے)

(ج) کونسل میں قوم انگریز بھی ہوتی ہے جو ظالم و دشمن دین ہے جن کے ساتھ اعزازی نشست حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین - ترجمہ پس یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ ملکر نہ بیٹھ۔

(د) حکومت کی وفاداری کا قسم کھانا بھی ضروری ہے جو حالت موجودہ میں اپنے اختیار سے مسلمانوں پر حرام ہے۔

پیشہ قانون حرام ہونے کے وجوہ۔ (الف) قانون پیشہ اصحاب حکومت کے نصف نظام یعنی شعبہ انتظامی کو قایم رکھنے والے ہیں۔

(ب) اکثر قوانین دیوانی و فوجداری خلاف شرع ہیں جن کی ترویج سراسر معصیت ہے۔

(ج) ہر قانون پیشہ اکثر اوقات قصداً محض التزام پیشہ کی وجہ سے مظلوموں کے خلاف، ظالموں کی موافقت میں کام کرتے ہیں جو سراسر ظلم ہے۔

(د) مقدمہ کو قانونی دائرہ میں لانے کے لئے قصداً جھوٹ بولنے کی تعلیم و ترغیب دیتے ہیں۔

سرکاری کالجوں اسکولوں میں ترک تعلیم و تعلم کے وجوہ

(الف) اس تعلیم سے مقصود حکومت کی ملازمت یا قانونی پیشہ کرنا ہے۔

(ب) مروجہ تعلیم، غلبہ حبّ دنیا، حبّ جاہ، ہوا پرستی، احکام شرعیہ سے بے اعتنائی وغیرہ کو مستلزم ہے اور یہ سب چیزیں حرام ہیں۔

(ج) علم دین بقدر ضرورت جس کا جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے مروّجہ تعلیم میں عادۃً غیر ممکن ہے۔

قبول امداد حرام ہونے کے وجوہ (الف) یہ معاملہ اسباب موالات سے ہے۔

(ب) تعلیم کا اصل مطلب فوت ہو جاتا ہے جس سے مفاسد مذکورہ پیدا ہوتے ہیں۔

(ج) شدّت و غلظت جو دشمنان اسلام کے ساتھ رکھنا واجب ہے قبول امداد سے باقی نہیں رہتی۔ بعض مشرکین کے ہدایا کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واپس فرمانا اسی پر محمول ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں مصرّح ہے۔

آنریری مجسٹریٹی و اعزازی عہدے (الف) ان سے حرام ہونے کے وجوہ۔ گورنمنٹ کی مدد ہوتی ہے۔

(ب) اس سے قوانین مخالف شرع کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون ۰ یعنی غیر شرعی فیصلہ کرنے والے ظالم ہیں۔

(ج) ان کی وجہ سے مداہنت فی الدین کرنا پڑتی ہے۔

خطابات حرام ہونے کے وجوہ۔ (الف) وہ ذرائع موالات محرّمہ ہیں۔

(ج) اصحاب خطابات کو دشمنانِ دین سے میل جول اُن کی

تعظیم وتکریم ضرور کرنی پڑتی ہے جو حرام ہے۔
(ج) اعدائے دین سے عزت وجاہ کے طالب ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ
جمیعا ۵ یعنی کیا لوگ کفار کے نزدیک عزت چاہتے ہیں حالانکہ کل
عزت اللہ کے اختیار میں ہے (۳) گورنمنٹ کی جملہ ملازمتیں
جن سے اس کی اعانت ہوتی ہے حرام ہیں بالخصوص پولیس
اور فوجی ملازمت کیونکہ ان کو اپنے مسلمان بھائیوں پر گولیاں
چلانا پڑتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من یقتل مومنا متعمدا
فجزاءہ جھنم خالدا فیھا الایہ یعنی جو شخص کسی مسلمان کو
جان بوجھکر قتل کرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ عذاب دیا جائے گا۔
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حمل علینا
السلاح فلیس منّا (جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھا وہ ہم میں سے
نہیں) (۴) دشمنانِ اسلام انگریزی قوم کے مال خریدنا یا
ان کے ہاتھ بیچنا جس سے ان کو قوت حاصل ہو ممنوع و ناجائز
ہے (۵) ایسے غیر مسلم سے جو مسلمانوں سے برسرپیکار نہ ہو ملکی
وتمدنی ربط و اتحاد جائز ہے لیکن فرطِ جوشِ اتحاد میں مسلمانوں
کو کوئی ایسا امر نہ کرنا چاہئے جو غیر مشروع ہے ورنہ ایسا اتحاد
ناجائز ہے۔ ایسے غیر مسلم سے امور مذہبی میں مدد لینا جائز نہ

کتب فقہ میں یہ مسئلہ بصراحت مذکور ہے۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں یہود کے مقابلہ میں بعض دیگر یہود سے مدد لی۔ غزوۂ حنین میں صفوان بن امیہ سے مدد لی (۶)

کسی غیر مسلم کا مشورہ نیک جو شریعت کے منافی نہ ہو قبول کرنا جائز ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں پائے لے لے۔ ہاں مشرکانہ خواہشات کا اتباع حرام ہے مگر یہ واضح رہے کہ بحق مسلم کسی غیر مسلم کی سیادت کلی ہو یا جزئی ہرگز جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن یجعل اللہ الکفرین علی المومنین سبیلاہ واللہ اعلم بالصواب۔

فقیر نے بھی ایک فتوئے ترک موالات پر مرتب کیا جس میں فرنگی محل لکھنؤ، بدایوں شریف، دہلی، سہارن پور، دیوبند وغیرہ کے علماء کرام کی تحریرات ہیں اس کے بعض ضروری مضامین کا ملخص یہ ہے۔

کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ سے موالات و مودّت اہل اسلام کو حرام قطعی اور اس کا ترک کرنا فرض لازمی ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادّون من حاد اللہ ورسولہ الایۃ اور فرمایا جاتا ہے

یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاریٰ اولیاء الآیہ بالخصوص زمانہ موجودہ میں جبکہ حالات حاضرہ یہ ہیں کہ نصاریٰ نے مسلمانوں سے مقاتلہ کیا۔ انکو انکے اسلامی ممالک سے نکالا۔ اور جنگ کو جنگ صلیبی قرار دیا ان سے ایسے تعلقات جو باعث موالات ہوں بحکم نص صریح انما ینھٰکم اللہ الآیہ حرام وممنوع ہیں۔ مسلمانوں کو ان کی مدد کرنا ان سے ایسی مدد لینا جو منجر الی الموالات ہو (مثلاً اُن کی ملازمت کرنا، اُن کے کالجوں اسکولوں میں پڑھنا یا اُن سے اسکولوں میں عطیہ وامداد لینا) کیونکہ جائز ہوسکتا ہے۔ ہر مسلم عاقل بالغ پر لازم کہ وہ احکام خدا ورسول کی پابندی کرے خواہ اس میں والدین یا دیگر دنیا والے ناراض ہوں۔ پس ایسے مدارس سے جن کا تعلق گورنمنٹ کے ساتھ ہے تمام مسلمان عاقل بالغ طلبہ پر علیحدہ ہوجانا فرض ہے اور اس علیحدگی میں ان کو اپنے والدین کی اجازت لینی ضروری نہیں بلکہ والدین کی ممانعت پر عمل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ایک رسالہ خاص ترک خطابات کی ضرورت وفرضیت پر لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مسلمانو۔ عالم اسلامی کے مہیب و خطرناک مناظر مصائب کا مشاہدہ
کیا کچھ کم ہوا۔ خلافت اسلامیہ کے اسباب زوال و
بربادی کا مضمون کیا اب بھی دوہرائے جانے کے لائق رہ گیا۔
آہ جزیرۃ العرب کو اسلام و خلیفۃ المسلمین کی مقدس خدمت کے
حصن حصین سے نکالنے کا منصوبہ ظہور میں آگیا۔ ممالک و بلاد اسلامیہ
پر صلیب کا غاصبانہ قبضہ ہو چکا۔ خادمان وراثت توحید و رسالت
اور پرستاران الوہیت و وحدانیت کے ساتھ بیجا نہ و ظالمانہ طور پر
عمل کس قدر باعث ہتک دین و تضحیک و تذلیل مسلمین ہوا اور ہو رہا ہے
للہ اب بھی آنکھیں کھولو۔ اٹھو اور عزم ثبات و صبر استقلال سے
مردانہ وار با امن و سکون دور عمل آغاز کرو۔ حکومت برطانیہ کی
تاریخ کو گواہ بنا دو کہ بار بار کی وعدہ خلافیوں اور طرح طرح کی لاپرواہیوں
کے بعد اس کے ارکان نے تم کو مجبور کر دیا کہ اب ترک اتحاد عمل اور
ترک مدارات کے لئے حسب مشورہ ارباب درو عقل خود کو پیش کر دو
یقین رکھو ہر وہ راہ جو مادی مصیبتوں کلفتوں اور جسمانی آفتوں اذیتوں
کی عمیق خندق اور ناہموار سطح کی چند چند دشواریوں سختیوں سے
معمور ہے بس وہی ایمان داروں کی راہ ہے اور اسی کا قطع
کرنے والا کبھی وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ
قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کا اعزاز سرمدی پاتا ہے اور

کبھی اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون کے
نشانِ عزت سے نوازا جاتا ہے۔ تمھارے سامنے مادیت
کے کمزور تعلقات قطع کر دینے کے چند مراتب ہیں جو تم سے
خلوص کا صبر و استقلال چاہتے ہیں اور پھر تمھارے ناموس قومی
و جذبۂ مذہبی کی حفاظت و قیام کے انشاء اللہ ضامن و کفیل
ہوئے جاتے ہیں۔ دیکھو وہ جن کو تم اپنا عزت دینے والا بتاتے اور
سمجھے ہوئے ہو وہی تمھارے جذبۂ مذہبی کو خاطر میں نہیں لاتے
تمھارے اظہار ملال و آہ و واویلا پر توجہ کی فرصت ان کو
نہیں ملتی اور بدقسمتی سے کبھی ایسا موقع تمھارا وفد انگلستان
پہنچکر سات سمندر پار جاکر حاصل کر بھی لیتا ہے تو بھی سوال
و عرضداشت سے قبل جواب ملجاتا ہے۔ تمھارے اماکن
مقدسہ اور جزیرۃ العرب کو غیر مسلم اثر و اقتدار سے محفوظ رکھنے
کا وہ اب تک کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ وہ ایسی
لڑائیوں کو جن میں تم نے خلاف شریعت اقدام کرکے ان کا
بہت کچھ جانبازانہ (استغفر اللہ) ساتھ دیا صلیبی و مذہبی
جنگ کہہ چکے۔ وہ مسجد صوفیہ کے بلند میناروں سے اللہ اکبر
کی صدائے توحید سننا گوارا نہیں کرتے حضرت عمرؓ و خالدؓ کے
مفتوحہ مقامات پہ اسلام کا ہلالی پرچم لہراتا نہیں دیکھ سکتے۔ وہ یقیناً

ترکی خلافت کے ساتھ اس کے دیگر حلیفوں کے بالمقابل ناروا سلوک و ناانصافی سے ملو زیادتی کرتے رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کیا تم ان کے عطا کردہ فانی، برباد ہونے والی، جھوٹی عزتوں پہ ناز کروگے اور دین و مذہب کی پامالی، تشخص و اعتبار قوم مسلم کی تذلیل کو ٹھنڈے دل سے روا رکھو گے۔ عالم نجات و آخرت پہ ایمان رکھنے والے مسلمانو قرآن تم کو دعوت عزت و عظمت دے رہا ہے۔ خدا کی زمین کے حقیقی وارث تمھیں ہو اگر تم مسلمان بن جاؤ اور عارضی و فانی عزتوں سے روگرداں ہو جاؤ۔ انتم الاعلون کا تمغہ خداوندی تمھارے لئے ہے اگر ان کنتم مومنین کا مصداق صحیح تم میں نمودار ہو جائے۔ عزت دین کے لئے دنیا ترک کر دینے کو ہر وقت مستعد رہو۔ ہاں اس وقت تم میں حضرت عمرؓ کی روحانیت آجائے گی اور تم سے لنا رقاب الارض (زمین کے مالک ہم ہیں حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے) کہوا دے گی۔ آہ یہی وقت ہے جس کو ہمارا مصلح و مزکی اعظم موجب خرابی بتا گیا۔ بخاری، مسلم، نسائی کی روایت ہے سرکار عالم منبر پہ ہیں صحابہ آس پاس ہیں ارشاد ہو رہا ہے۔ منجملہ ان چیزوں کے جن کا مجھے تمھاری نسبت خوف ہے دنیا کی خوبی و عزت و زینت ہے۔

ایک اور حدیث بگوش ہوش سنو۔ ترمذی ج ۲۔ حضرت عدی
بن حاتم (پہلے عیسائی تھے) حاضر بارگاہ رسالت ہوئے ہیں
گلے میں سونے کی صلیب کی تمثال ہے۔ ارشاد ہوتا ہے
اس بت کو گلے سے اتار کر پھینک دے۔ اس حدیث کو تمام خطاب یافتہ
اپنے اپنے خطاب و تمغہ کو دیکھیں کہ اس میں تصویر صلیب ہے
یا نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو سوچیں کہ آیا سوائے توبہ کے اور جلد
سے جلد اس کو پھینک دینے کے اور چارہ حفاظت کمال ایمان کا ہے؟
ہرگز نہیں۔ حدیث بخاری و ابوداؤد۔ حضرت عائشہ سے
مروی۔ حضور ہر اس چیز کو توڑ دیتے جس میں صورت صلیب
ہوتی۔ پس دین و مذہب کا واسطہ دیکر۔ قرآن و عہد رسالت
کا قرار یاد دلا کر قہار خداوند تعالیٰ کے خوف کے ساتھ ہر مسلمان
خطاب یافتہ سے مکرر عرض ہے کہ ایک بار وہ پھر غور کرے کہ دین و
دنیا۔ خدا و ماسوا۔ عزت آخرت و عزت مادیت۔ ان میں سے
وہ کس کو پسند کرتا ہے" آخر میں بصورت فتویٰ ترک خطابات
و اعزازات پر حکم دینی مذکور ہے جس پر مشہور علمائے کرام کے دستخط
ہیں۔

الحمدللہ کہ تحریک خلافت نے باقاعدہ جد و جہد کے ساتھ کامیابی
حاصل کی اور تمام ملک کے اندر صوبہ وار، ہر ضلع وار خلافت کمیٹیاں

قائم ہوگئیں۔ خدائے برتر کے جود و احسان، فضل و کرم، لطف و انعام کی
بڑی ناشکری ہو اگر ان عظیم الشان نتائج و اثرات کے اظہار میں کمی کی جائے جو
نہایت قلیل مدت میں باوجود موانع کثیرہ و معاوقات عظیمہ تحریکات خلافت سے
ظاہر ہوئے جن کے ظہور کے لئے اس کی قدرت و کارسازی نے خلافت کمیٹی کے
وجود اور کارکنان تبلیغ خلافت کی مساعی جمیلہ کو واسطہ و ذریعہ بنا دیا اس
تحریکات نے تمام ملک کو جو سعی عمل سے بالکل غافل تھا راہ عمل پر لگا دیا، خلافت
اسلامیہ و جزیرۃ العرب کی تحفظ حرمت کے واسطے آٹھ کروڑ مسلمانوں کی آواز
اور قلبی جذبات کو متحد بنا دیا، سخت مایوس کن، ہیبت ناک، اور زبردست
اندرونی و بیرونی مخالفتوں کے باوجود ہندوستان کی دو قوموں (مسلم
اور ہندو) میں عملی طور پر اتفاق قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھی ہندوستان کی سب سے
قدیم سیاسی کمیٹی نیشنل کانگریس کو بھی ترک موالات کا نظام کار منظور کرنا پڑا حتی کہ ترک
موالات کانگریس کمیٹی کا مقصد بن گیا اور جو راہ عمل ابتداً محض خلافت کمیٹی نے
دکھائی تھی وہ تمام ملک کے واسطے آلۂ بہبودی و ذریعہ ترقی مان لی گئی آغاز کار میں تنہا
گاندھی جی خلافت کمیٹی کی تجویز و تحریک ترک موالات میں ممد معاون تھے مگر بعد کو دیگر
بہادران وطن بھی شریک کار ہوگئے، ملکی آزادی اور سوراج کی آواز بڑی قوت اور
زبردست طاقت کے ساتھ ہندوستان کے ہر گوشہ سے بلند ہونے لگی، کلکتہ میں وقتی
اجلاس کانگریس نے کثرت رائے سے ترک موالات کا نظام عمل منظور کر لیا مگر اس کے
بعد بھی چند نامور لیڈران و ممبران کانگریس کی جماعتیں اس سے علیحدہ تھیں۔
بالآخر مختلف اقوام و مذاہب اور جماعتوں کے بیس ہزار نمائندگان ہند کا
اجتماع ناگپور میں ہوا جس میں سب نے بالاتفاق کامل ترک موالات کی

تجویز کو منظور کر لیا ایک صدا بھی مخالفت باقی نہ رہی۔ اس اجلاس کے بعد کانگریس نے پورے جد وجہد سے تمام صوبجات واضلاع میں اپنا نظام درست کر کے ترک موالات پر عمل شروع کر دیا۔ اس زبردست، پُر امن، او عظیم الشان تحریک پر ملک و قوم کے معزز افراد نے لبیک کہا اور میدان عمل میں اپنے وجود کو پیش کر دیا۔ بہت سے حضرات نے گورنمنٹ کی ملازمت ترک کر دی اعزازی عہدے تمغے اور خطابات واپس کرنا شروع کر دئے مثلاً مولانا شاہ بدرالدین صاحب سجادہ نشین پھلواری شریف اور مولوی سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی۔ جناب حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے خطاب شمس العلماء۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب دہلوی نے خطاب حاذق الملک و تمغہ قیصر ہند، جناب گاندھی صاحب نے تمغۂ قیصر ہند و تمغۂ لوبر زولو جنگ، نواب محمد اسمعیل خاں صاحب بیرسٹر میرٹھ اور سید حسن امام صاحب سابق گیا نے آنریری مجسٹریٹی، آنریبل سید آل نبی صاحب آگرہ نے خطاب خانبہادری واپس کر دیا۔ جناب پیر غلام مجدد صاحب سرہندی نے کرسی نشینی، نواب اسماعیل خاں۔ سید محمد حسین ڈاکٹر محمد عالم۔ تصدق احمد صاحب شیروانی۔ خواجہ عبدالمجید صاحب۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب۔ ظہور احمد صاحب الہ آباد۔ منظم علی صاحب مراد آباد۔ آغا صفدر صاحب۔ غازی عبدالرحمن صاحب۔ رانا فیروز الدین صاحب۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ مسٹر آصف علی صاحب دہلوی وغیرہ وغیرہ نے اکثر صوبجات ہند سے بیرسٹری ووکالت چھوڑ

ڈاکٹر عبد السبحان صاحب ساکن اعظم گڑھ نے ڈاکٹری، سید محمد اسمٰعیل شاہ
صاحب و غلام حسین صاحب الہ آبادی انسپکٹر خفیہ پولیس نے ملازمت
ترک کر دی۔ اس کی کسی قدر تفصیلی فہرست فقیر کے رسالہ "الاظہار" میں
موجود ہے جس کا شمار ایک سو تین[۱۰۳] تک پہنچا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ
دیگر کثیر التعداد اصحاب نے بھی ترک تعلق کیا ہے اور برابر کر رہے ہیں۔
مسلمانانِ ہندوستان نے اپنے مقدس خلافت اسلامیہ کی بقا، حرمت
اور حفاظت کے لئے صرف ملازمتوں کے چھوڑنے اعزازی عہدے
اور خطابات واپس کر دینے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ وہ جانی۔ مالی، جسمانی،
روحانی ہر قسم کی تکلیف و اذیت سہنے، سخت سے سخت مصیبت
برداشت کرنے کے لئے کمر بستہ اور مستعد و آمادہ ہو گئے۔ اس حکومت
اور ظالم و جابر حکومت نے اعلاء کلمۃ الحق کو ایک جرم قرار دیا۔ یہ گورنمنٹ
اور استبدادی گورنمنٹ مسلمانوں کے صحیح، بالکل جائز، اور ایمانی
مطالباتِ خلافت کو خلافِ قانون بنا کر صدائے احتجاج اٹھانے
مظاہرہ و مطالبہ کرنے اور انصاف چاہنے میں مانع و حارج، سدّ راہ
و خلل انداز ہونے لگے۔ لیکن یہ جوش سچا، واقعی اور کامل جوش تھا۔
یہ فوری، عارضی اور غلط جوش نہ تھا۔ یہ مطالبہ بجا، درست اور دینی مطالبہ
تھا۔ محض نمائشی، دنیوی اور ناجائز مطالبہ نہ تھا۔ مقامات متبرکہ جزیرۃ العرب،
کعبۃ اللہ، مدینۃ الرسول، عراق عرب، شام، فلسطین اور دار الخلافۃ الاسلامیہ

کے تحفّظ و قیام احترام کے متعلق مظاہرہ تھا۔ کسی معمولی زمین و مقام یا ذاتی مال و متاع
کی نسبت مظاہرہ نہ تھا۔ سچّے۔ پکّے اور جانباز مسلمان۔ مذہب و ملت اور خلافت
مقدسہ کے فدا کار اہل اسلام۔ اس حیات دنیا کو فانی و مستعار سمجھکر۔ اس چند روزہ زندگانی کو
غیر باقی جانکر۔ اسلام کی عزت پر اپنی ظاہری رُسوائی و ذلّت کو موجب افتخار تصوّر
کر کے۔ خلافت مقدسہ کی حمایت میں دنیوی خواری و ایذا کو باعث تذلیل و توہین
نہ خیال کر کے اپنے ارادوں میں مستقل اپنے اقوال و افعال پر ثابت قدم رہے محض
مالک حقیقی اور خداوند قیوم و قدوس کے خوف و خشیت کو اپنے قلب میں جگہ دے
اس عالم فانی کی بڑی سے بڑی اور زبردست سے زبردست سلطنت و حکومت سے
مطلق خوف و ہراس نہ کیا۔ قیدخانہ جانے، پابہ زنجیر ہونے، بجبر و خواب رہنے
کو انہوں نے ملّت و مذہب کی ذلّت اور خلافت اسلامیہ کی اہانت اپنی آنکھوں
سے دیکھنے، خاموش بیٹھنے اور جابر حکومت کو متنبّہ نہ کرنے پر ترجیح دی۔ برطانوی
گورنمنٹ نے اُن کو گرفتار کر کے مقدمات چلائے لیکن بہادران ملک و ملّت نے
اپنے اہم کام سے منہ نہ موڑا۔ حکومت ہند نے اُن پر فرد جرم اور خلاف واقع الزام
لگا کر ضمانتیں طلب کیں مگر شیدائیان اسلام و خلافت نے پائے ثبات میں
لغزش نہ آنے دی اور ضمانت دینے سے صاف طور پر انکار کر دیا۔ حکام و عمال نے سزائیں
دیں۔ قید بامشقت کا حکم سنا دیا، اور زندانِ مصیبت میں بھیجدیا مگر وہ رستم ہمّت
و جرات کہ تمام آلام و تکالیف کو ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیا اور جذبات ایمان کے
اظہار میں ذرا کوتاہی نہ کی۔ خوشی خوشی محبس میں چلے گئے اور تیور پر بل نہ آنے دیا۔

اول اول حضرت مولانا شاہ محمد فاخر صاحب الہ آبادی، مولوی حبیب احمد صاحب الہ آبادی،
پھر مولوی ظفر علی خاں صاحب اڈیٹر زمیندار، مولوی ظفر الملک صاحب، صوفی لقاء اللہ صاحب
عثمانی، مولانا نثار احمد صاحب کانپوری، مولانا پیر غلام مجدد صاحب سندھی، مولانا حسین احمد
صاحب مہاجر مدنی، رئیس الاحرار مولوی محمد علی صاحب، مولوی شوکت علی صاحب،
ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو، مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند، مولوی
عبد العزیز صاحب انصاری، جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد، جناب صدق احمد خاں
صاحب شروانی، خواجہ عبد المجید صاحب رئیس علی گڑھ، جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب
لکھنوی، جناب مولانا ریاست حسین صاحب رائے بریلوی، جناب سیٹھ یعقوب حسن صاحب مدراسی،
جناب مولوی منظور الحسن صاحب ڈائریل، جناب آغا صفدر صاحب سیالکوٹی، جناب سید
عارف حسین صاحب ہنسوی، جناب مولوی نذیر احمد صاحب خجندی خطیب العلماء،
جناب مولوی عبد الرزاق صاحب مدیر پیغام کلکتہ، جناب چودھری خلیق الزماں صاحب،
جناب شیخ شوکت علی صاحب، حکیم عبد الولی صاحب لکھنوی، جناب سید عبد الودود صاحب بریلوی
وغیرہ کثیر التعداد حضرات اسیر قید فرنگ ہوئے اور وہاں بھی اپنا کام کر رہے ہیں انواع و اقسام
کی مشقت و اذیت پا رہے ہیں مگر خلافت کی تائید و حمایت کی صدا اس مقام سے بھی بلند کر رہے
ہیں۔ بڑی ناانصافی اور ہٹ دھرمی ہوگی اگر مسلم فداکاروں کے ساتھ اہل وطن اور ہنود
اصحاب کی ہمت و جوش کا ذکر نہ کیا جائے جنہوں نے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کے دوش
بدوش کام انجام دیکر جیل خانہ کو گوارا کیا۔ جناب لالہ لاجپت رائے صاحب لاہوری، جناب پنڈت
موتی لال نہرو و جواہر لال نہرو صاحبان الہ آبادی، مسٹر سی آر داس صاحب کلکتہ،

جناب مہاتما گاندھی صاحب، جناب سوامی شنکر اچاریہ صاحب - اور نہایت نامناسب ہوگا اگر ان
رضاکاران خلافت کو نہ سراہا جائے جو ہزاروں کی تعداد میں جماعتیں اور جتھے بنا کر شوق
سے جیل گئے اس جوش شوق میں کلکتہ بہت تیز قدم رہا اور پنجاب و صوبہ متحدہ نے بھی خاص
سرگرمی دکھائی۔

یہ ہے زمانہ حاضرہ میں ہند و اہل ہند کا خلافت اسلامیہ اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین کے ساتھ
عقیدت مندی، نیاز کیشی اور ہمدردی کا تعلق جو انشاء اللہ العزیز اسی جوش و خروش کے
استقلال و استحکام اسی مضبوطی و استقامت کے ساتھ برابر قائم رہیگا اور جب تک گورنمنٹ
سے تحفظ خلافت اور حفاظت خلیفۃ المسلمین کا صحیح، بہتر اور پورا تصفیہ ہو جائیگا موجودہ
جدوجہد تحریک ترک موالات، اور عدم تعاون و انقطاع تعلقات کی سرگرمی یونہی جاری
رہیگی مرکزی خلافت کمیٹی (بمبئی) لائق ہزار تحسین و آفرین ہے جس نے شعبہ خدمات
و نظام عمل کو نہایت وسعت و متانت و اولو العزمی سے پھیلایا اور ہندوستان میں سلسلہ خلافت
کی خدمات کیلئے ایک مستقل مرکز و مستقر بنا دیا اور تمام ہندوستان میں اپنی شاخوں کو مسلسل
و مربوط کرکے ایک جمہوری شان خدمات خلافت کی رونما کر دی بلا شبہ مرکزی خلافت
کمیٹی سے پہلے ہندوستان کی کوئی قومی و مذہبی انجمن اتنی وسیع - اسقدر تکمیل الاذیال
اس درجہ مقبول، اور اتنی کامیاب نہیں ہوئی اس کا مفصل حال ہم انشاء اللہ تیسرے
اور چوتھے حصہ میں مناسب مقام پر درج کریں گے - اور بتائیں گے کہ مجلس مرکزیہ خلافت ہند
نے کیا کیا نمایاں اور کیا کیا اسباب اعمال بسلسلہ خدمات خلافت مسلمانان ہند تک
پہنچائے اور کس کس طرح مسلمانوں کو ایک رشتہ خدمت میں منسلک کر دیا اور بیرونی ہند
کے ممالک اسلامیہ و برادران دین و خاص مستقر خلافت، و ترک بھائیوں اور مجاہدین
اناطولیا سے کیسے مستحکم و مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کرا دئیے - آج تک برابر سیٹھ
احمد حاجی صدیق کھتری (ناظم اول مجلس مرکزیہ خلافت ہند) بیرون ہند کے ممالک
اسلامیہ سے جو سلسلہ مراسلات و پیغامات بری و بحری ظاہر و شائع کرتے رہتے ہیں (خفیہ)
برادرانہ خطوط و تار ترک بھائیوں کی طرف سے آتے جاتے رہتے ہیں وہ سب مجلس مرکزیہ کا سلسلہ ارتباط و اتحاد ہے

گرامی قدر فخر ملک و قوم جناب محمد علی صاحب و مولٰنا سید سلیمان صاحب و ڈاکٹر انصاری صاحب اور خود صدر اعظم مجلس مرکزیہ جناب سیٹھ چھوٹانی صاحب اپنے اپنے زمانہ قیام وفد انگلستان میں جو جو کوششیں مسلمانان عالم کے ساتھ خدمات خلافت میں اتحاد و اشتراک کی کرتے رہے ہیں اور جبل الخلافۃ برادرم جناب شوکت علی صاحب جیسی کچھ سعی برادران وہبی یعنی مظلومین سمرنا و مستقر خلافت و مجاہدین انگورہ اسکے لیئے مال عطیات بھیجنے رہنے اور فراہم کرنے کے نمایاں کر گئے جو آج تک باقی و جاری ہے اور جس کے سبب اس وقت تک لاکھوں کی تعداد میں نقد عطیہ خدام خلافت، و مظلومین سمرنا۔ و مجاہدین اناطولیا کو حاضر کیا گیا اور حاضر کیا جا رہا ہے وہ کوئی معمولی خدمت اور کمزور داعیۂ اخوت نہیں۔ انشاء اللہ ان سب امور و اعمال و خدمات کی تفصیل آپ کو حصص سوم و چہارم میں پڑھنی ہو گی۔

اس حصہ کو اسی مقام پر ختم کرتے ہماری التجا ہے کہ جلد سے جلد مرکزی مجلس خلافت کے ارکان و خدام و عمال خصوصی اپنا اپنا مختصر حال بذریعہ تحریر ہمکو بھیجدیں۔

نیز مجالس خلافت صوبہ جات سے بھی استدعا ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبہ میں خدمات خلافت و تحریک ترک موالات کے آغاز کار و خدمات کا خلاصہ و نقشہ مع اسم صدر و ناظم مجلس صوبہ جلد سے جلد عطا فرمائیں۔

فقیر عبد الماجد قادری۔ بدایوں دار التصنیف

۱۹ شعبان سنہ ۱۳۴۰ھ

اعلیٰ کام ارزاں دام

کارخانہ

عثمانی پریس اوجین

[illegible]

چھپائی کا کام

نہایت خوشخط چھپتا ہے - اجرت چھپائی ارزاں ہے - عربی - اردو - ہندی - ہر خط کے بہترین نمونے اور مسلم و مستند اہل کتابت کی خوش خطی کے نمایاں نشان کے ساتھ بہت جلد چھپتا ہے تو ہمارے کارخانے سے معاملہ کرکے ایک بار ضرور تجربہ کیجئے - نیز یہ کارخانہ دو ہلی سنہری و سادہ جلد بندی کا کام بھی کرتا ہے -

خادم قوم

محمد ظہور الحق نقشبندی

[illegible]